PRINTED BOOK

سہ ماہی ممبئی

افکار رضا

بیاد امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء ۰ جمادی الاولیٰ تا رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

دنیائے اسلام کی عظیم شخصیت مجدد دین وملت، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، عشق رسول کے گنج گراں مایہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی ہمہ جہت ذات ستودہ صفات فضل مولیٰ سے محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے دینی امور میں توحید و رسالت، ولایت، تقدیر و تدبیر، قبر وحشر ونشر، روزہ، حج، زکوٰۃ، بدعات و منکرات کے ردّ وغیرہ ہر امر میں لکھا۔ اللہ و رسول کی بارگاہ کے گستاخوں، بدمذہبوں کا ردّ و ابطال فرمایا، شرعی گرفت کی اور صاف و شفاف اسلامی نظریہ، اسلامی مسلک بنام مسلکِ اہل سنت پیش فرمایا۔ جو فی الحقیقت صحابۂ کرام، اہل بیت اطہار، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیا کرام وعلما سلف کا مذہب و مسلک ہے یعنی اصل اسلام۔

(ڈاکٹر غلام غوث قادری)

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

R.N.I. REGISTRATION NO. : 71248/99

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی ترویج کا علمی علم بردار

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء جلد ۱۱ شمارہ ۳ (۴۱) جمادی الاولیٰ تا رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

مدیر : محمد زبیر قادری (موبائل: 98211 27084)

منیجر : محمد اسحٰق برکاتی (موبائل: 93239 54522)

Distributed in Pakistan By :

Markazi Majlis-e-Riza

P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By :

THE ISLAMIC TIMES

C/o. 138, Northgate Road,
Edgeley, Stockport, SK3 9NL ENGLAND

Distributed in Australia By :

SHEHZAD ALI

P.O. Box: 51, Lurnea 2170,
NSW, AUSTRALIA

Correspondence Address: — رابطہ کا پتہ:

Tehreek-e-Fikr-e-Reza

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

Office Address: — آفس کا پتہ:

95, Undria Street (Chowki Mohalla), Mumbai - 400 008 India

فون: 5600 8260

Website: www.fikreraza.net Email: editor@fikreraza.net

پرنٹر پبلشر محمد اسحٰق محمد عمر نے پرنٹ ٹاپ پرنٹنگ پریس 18، شنکر بلڈنگ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400008 سے چھپوا کر دفتر 167، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 008 400 سے شائع کیا۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

متوسلینِ رضا

۱۔	منقبت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ	علامہ بدر القادری، ہالینڈ	۳......
۲۔	اثر ابن عباس کا صحیح مفہوم	علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہی	۴......
۳۔	حدیثِ نور اور حدیثِ سایہ کی تحقیقِ اسناد	خلیل احمد رانا	۹......
۴۔	زرد جوتا پہننے سے متعلق اعلیٰ حضرت کی تحقیق	محمد نعیم برکاتی	۱۶......
۵۔	قلمِ رضا سے ہوا عمدہ بیان ختم نبوت کا	غلام مصطفیٰ قادری رضوی باسنی	۱۸......
۶۔	نعت گوئی کا فن اور امام احمد رضا کا تنقیدی شعور	ڈاکٹر سراج احمد قادری	۲۳......
۷۔	اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کی دینی وفکری جہات ایک مختصر جائزہ	ڈاکٹر غلام غوث قادری	۳۳......
۸۔	مسلمان اور عیسائیوں کے درمیان مکالمہ: جدید واقعات، اسباب، نظریات واہداف، شرعی حیثیت	تحریر: ڈاکٹر احمد بن عبدالرحمٰن ترجمہ: محمد طیب خان	۵۱......
۹۔	باطلین سے متعلق متفقہ موقف سے علمائے اہل سنت کا انحراف کیوں؟	محمد سراج الدین سریفی	۶۷......
۱۰۔	بعد وصال بھی فتویٰ دیتے ہیں	محمد نعیم برکاتی	۷۱......
۱۱۔	رضا نامے		۷۴......
۱۲۔	میرے رضا کا پاکستان (قسط اول)	محمد زبیر قادری	۹۲......
۱۳۔	تبصرۂ کتاب: تبلیغ اسلام کے اصول وفلسفہ	غلام مصطفیٰ قادری رضوی	۹۵......
۱۴۔	رضا اکیڈمی برطانیہ کی دینی وعلمی خدمات	غلام مصطفیٰ رضوی	۹۹......
۱۵۔	یومِ خطیبِ اعظم		۱۰۲......
۱۶۔	رپورٹ امام اعظم کانفرنس ہالینڈ	ام الحسنین شمامہ اعظمی	۱۰۴......

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

از: علامہ بدر القادری، ہالینڈ

مقربِ حق ہیں، با خدا ہیں امامِ اعظم ابوحنیفہ
فنائے مرضی مصطفےٰ ہیں امامِ اعظم ابوحنیفہ

کتاب وسنت کی راہ دنیا کے ہر مسلماں پہ کردی روشن
وہ مشعلِ علم مصطفےٰ ہیں امام اعظم ابوحنفیہ

زبانِ نبوی سے اُن کے حق میں بشارتوں کی نوید آئی
رسولِ اکرم کا معجزہ ہیں امامِ اعظم ابو حنیفہ

ان ہی سے اُمت نے راہ پائی، ہدایتوں کی کلاہ پائی
قسم خدا کی، خدا رسا ہیں امام اعظم ابوحنفیہ

ان ہی کی کرنوں سے فیض پایا، امام احمد نے شافعی نے
حضور کے دین کی ضیا ہیں امام اعظم ابوحنیفہ

حضورِ انور کے شاہزادوں سے پایا انوارِ علم باطن
دعائے سرکار مرتضٰی ہیں امام اعظم ابوحنیفہ

حکیم لقماں کی حکمتوں کے امین ہیں راز دار ہیں وہ
دوائے امراضِ لادوا ہیں امام اعظم ابو حنیفہ

ادھر طریقت کے پیر پیران ومیرِ میراں ہیں غوثِ اعظم
ادھر شریعت کے مقتداء ہیں امامِ اعظم ابوحنیفہ

ان ہی کے دم سے تو بدر کوفہ بنا ہے علم و ہنر کا مرکز
وہ مرکزِ ثقل با خدا ہیں امام اعظم ابوحنیفہ

۲۰ر اکتوبر ۲۰۰۵ء

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

اثر ابن عباس کا صحیح مفہوم

از قلم۔ غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہوی قدس سرہٗ

سوال: اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا کیا مسلک ہے! جس میں وارد ہے کہ زمین کے ہر طبقہ میں ہماری طرح مخلوق اور ان میں ہمارے آدم کی طرح آدم! ہمارے موسیٰ کی طرح موسیٰ حتیٰ کہ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح محمد ہیں! اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر و مثیل بھی ثابت ہو جائے گا، اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خاتمیت کو بھی صدمہ پہنچے گا۔

(نور احمد فیضی، مولوی فاضل و منشی فاضل، مدرس مدرسہ فاروقیہ علی پور ضلع مظفر گڑھ)

جواب: مولانا العلام! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! ملاطفہ سامی تشریف لایا، اثر مسئول عنہ کے متعلق مولانا عبدالحی علیہ الرحمۃ کا رسالہ "زجر الناس علی انکار ابن عباس" پیش نظر رکھتے ہوئے چند جملے ارتجالاً تحریر کرتا ہوں! اطمینان ہو جائے تو فبہا، ورنہ تحریر فرمائیں، ان شاء اللہ زیادہ بسط و تفصیل کی جائے گی۔

اثر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصحیح و تضعیف کے متعلق علما کا اختلاف ہے، ذہبی اور حاکم و بیہقی و امثالہم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور نور الدین الحلبی نے "انسان العیون" میں اور قسطلانی نے "ارشاد الساری" میں اور زرقانی نے "شرح موطا" میں اس کی تضعیف کی ہے۔

فقیر کے نزدیک تصحیح راجح ہے۔ اس کی تفسیر میں علماء کے تین مسلک ہیں! دوسرا مرجوح۔ تیسرا راجح۔ اور پہلا ارجح عند الفقیر ہیں۔

اول یہ کہ اثر مذکور عالم مثال پر محمول ہے (وھو برزخ بین عالمی الشھادۃ والغیب) عالم مثال [۱] سے وہ عالم مراد ہے جس میں موجودات ارضی و سماوی کے حقائق لطیفہ ہیں، یہ مسلک حضرات صوفیہ صافیہ کا ہے۔ کما ھو مصرح فی الفتوحات المکیہ اس مسلک پر آپ کا شبہ وارد نہیں ہو سکتا، کیونکہ حقائق موجودہ فی عالم المثال کا وجود موجودات عالم شہادت و اجسام ہی کے حقائق ہیں، ان کے متغائر نہیں۔ آدمھم کآدمنا الحدیث میں جن انبیا علیہم السلام کا ذکر بقیہ طبقات ارضیہ مثلیہ میں مروی ہے، اس سے مراد حسب سابق انبیا موجودین فی عالم الشہادۃ کے حقائق لطیفہ ہیں، کیونکہ ہر مخلوق موجود فی الارض والسماء کی صورت مثالیہ عالم مثال میں موجود ہے۔

رہا یہ شبہ کہ جب تمام مخلوق ارضی و سماوی کے حقائق لطیفہ عالم مثال میں موجود ہیں، تو پھر انبیا مذکورین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخصیص اثر مذکور میں کس امر پر مبنی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اثر مذکور میں انبیا علیہم السلام کی جلالت شان کی وجہ سے انہی کے ذکر پر اکتفا کیا، اور کوئی لفظ ایسا نہ فرمایا جس سے ان کے ماسوا کی نفی مفہوم ہوتی ہو، اور دوسری روایت میں صراحۃً تعمیم وارد ہے، فتوحات مکیہ میں ہے!

واشار الی مثل ذالک عبداللہ بن عباس فیما روی عنه فی حدیث اهذه الکعبة بیت واحد اربعة عشر بیتاً وان فی کل ارض من السبع الارضین خلقا مثلنا حتیٰ ان فیهم ابن عباس مثلی وصدقت هذه الروایة عند اهل الکشف انتهی۔

ترجمہ۔ اسی بیان کی طرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا اپنی ایک روایت میں، کیا یہ کعبہ ایک گھر نہیں! بلکہ یہ چودہ گھروں میں سے ایک ہے اور ساتوں زمینوں میں سے ہر ایک میں ہماری مثل مخلوق ہے، یہاں تک کہ ان میں میری مثل ابن عباس بھی ہیں، اہل کشف کے نزدیک اس روایت کی صداقت ظاہر ہو چکی ہے۔

اس روایت سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ ہر طبقہ زمین میں جمیع ما فی السمٰوت وما فی الارض کے صور مثالیہ موجود ہیں، حتیٰ کہ زمین پر جو کعبہ ہے، بقیہ چھ طبقات ارض میں اس کی چھ مثالی صورتیں ہیں، اسی طرح آسمان کا کعبہ جو بیت المعمور ہے اس کی بھی چھ صور مثالیہ مخلوق فرمائی گئی ہیں، دونوں کی مثالی صورتیں بارہ ہوئیں، ایک خود کعبہ اور ایک خود بیت المعمور، اللہ کے چودہ گھروں میں سے ایک کعبہ بھی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان طبقات ارضیہ میں ہماری صورتوں پر جو عالم مخلوق فرمایا ہے، اس میں میری مثل ابن عباس بھی ہے۔

قال ابن جریر نا عمر و بن علی ومحمد بن المثنی نا محمد بن جعفر نا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی الضحی عن ابن عباس فی هذه الایة قال فی کل ارض مثل ابراهیم و نحو ما علی الارض من الخلق۔

ابن جریر نے اپنی سند مذکور سے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر زمین میں ابراہیم علیہ السلام کی مثال ہے، اور روئے زمین پر جس قدر مخلوق ہے اس کی مثل بھی ہر زمین پر ہے۔

اس روایت سے تمام مخلوق ارضی کے امثال کا ارضین سبعہ میں ہونا ثابت ہوا، معلوم ہوا کہ ارضین سبعہ میں وجود امثال انبیاء مذکورین علیہم السلام ہی کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ دونوں منقولہ روایتوں سے یہ امر بالکل واضح ہو چکا کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق کے امثال، طبقات ارضیہ میں موجود ہیں، یہ مسلک اگرچہ معقول متوسطہ سے بعید ہے، لیکن اہل کشف کے نزدیک مؤیدٌ بالمشاہدہ ہے، اور ہر قسم کے شکوک و

شبہات سے پاک ہے۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ دوسرے طبقاتِ ارضیہ میں جن انبیا علیہم السلام کا وجود اثر مذکور میں منقول ہے وہ حقیقۃً انبیا نہیں بلکہ زمین کے طبقہ علما کے انبیا علیہم السلام کے ہم نام ہیں، اور وہ انبیا علیہم السلام کے قاصدوں کی حیثیت سے ہیں، یعنی انبیا علیہم السلام سے احکامِ دین و تعلیمات شرع متین حاصل کر کے دوسرے طبقہ ارضیہ کے رہنے والوں کو دعوت و تبلیغ فرماتے ہیں، ہر نبی کا قاصد و نائب اس کا ہم نام ہے۔

اس مسلک پر بھی آپ کا شبہ متوجہ نہیں ہوتا، لیکن یہ مسلک بذات خود مرجوح ہونے کے باعث قابلِ التفات نہیں۔

تیسرا مسلک یہ ہے کہ ان طبقاتِ ارضیہ میں جن پیغامبروں کا ذکر ہے، وہ حقیقۃً انبیاء علیہم السلام ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت خلق کے لیے مبعوث ہوئے، ان میں سے کوئی آدم علیہ السلام کے مشابہ ہے، کوئی نوح علیہ السلام کے اور کوئی سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اُن کا اوّل اولیت میں مشابہ بآدم علیہ السلام ہے، اور آخر، آخریت میں مشابہ بہ سیدنا محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ تشبیہ کے لیے مشبہ، مشبہ بہ کا کسی ادنیٰ صفت میں شریک ہونا کافی ہے۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے آخر کا مشابہ ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور دیگر طبقات ارضیہ کا ہر خاتم اپنے طبقہ کے اعتبار سے خاتم و آخر ہے، اس کے علاوہ اور کسی وصف کمال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل و نظیر وہ ہوسکتا ہے جو تمام اوصاف و کمالات میں آپ کا شریک ہو۔

اذ لیس فلیس: اس بات کو یہاں خوب غور سے سمجھ لینا چاہیے کہ تشبیہ یہاں مجرد ختم و آخریت میں ہے اور کسی وصف میں نہیں۔

رہا یہ شبہ کہ دوسرے طبقات زمین میں متعدد خاتموں کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین کے منافی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے تشریف لانے کے بعد کسی کو نبوت نہیں دی گئی، زمانہ اقدس میں یا اس کے بعد کسی نبی کا موجود ہونا حضور کی خاتمیت کے منافی نہیں، منافات اس امر میں ہے کہ آپ کے مبعوث ہونے کے بعد کسی کو نبوت دی جائے اور اثر مذکور سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں نبوت ملی، بلکہ ان کی بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہے اور وہ صرف اپنے اپنے طبقہ کے نبیوں کے لیے خاتم ہیں، اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام طبقات کے ہر ہر نبی کے لیے علیٰ سبیل الاستغراق خاتم ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و دعوت ابتدا سے لے کر قیامت تک تمام لوگوں کو شامل ہے خواہ

وہ زمین کے کسی طبقہ میں ہوں۔

ہر نبی اپنی امت کا نبی ہے، لیکن تمام انبیا علیہم السلام بلا تفریق و تخصیص باوجود نبی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، قربِ قیامت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نازل ہونا اور باوجود نبی اور صاحبِ کتاب ہونے کے ان کا شریعتِ محمدیہ پر عمل کرنا اور مہدی علیہ السلام کے پیچھے مقتدی ہونا اس مسئلہ کو خوب واضح کررہا ہے۔ آیہ کریمہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین بھی اس مقصد پر شاہد ہے، حدیث پاک لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی بھی اسی مفہوم پر صراحۃً دال ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ان طبقات کا پہلا نبی محض اولیت کی بنا پر آدم کہلایا، اور ان کا آخر (جو صرف اسی طبقہ کے لیے آخر ہے) ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ قرار پایا، ان انبیا کی اولیت و آخریت اضافی ہے یعنی ہر ایک اپنے طبقہ کی طرف مضاف ہوکر اول یا آخر ہے، اور حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم حقیقی ہیں، یعنی آپ ہر فرد نبی کے خاتم ہیں، عام اس سے کہ وہ کہیں اور کسی طبقہ میں ہو۔

اس تقریر سے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر و مثیل ثابت ہوا، اور نہ سرکار کے کمالِ خاتمیت میں کوئی فرق آیا۔

حاشیہ

علامہ ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ شرح ترمذی میں حدیث "اذا توضأ العبد المسلم اذالمومن فغسل وجھہ خرجت من وجھہ کل خطیئتہ" کے تحت ارقام فرماتے ہیں!

قال السیوطی اقول الظاہر انہ تحمل علی الحقیقۃ وذالک ان الخطایا تورث فی الباطن والظاہر سواداً یطلع علیھا ارباب الاحوال والمکاشفات والطھارۃ تزیلہ اذا ما ان یقدر خرج من وجھہ الر کل خطیئۃ واما ان یقال ان الخطیئۃ نفسھا تتعلق بالبدن علی انما جسم لاعرض بناء علی اثبات عالما لمثال وان کل ما ھو فی ھذا العالم عرض لہ صورت فی عالم المثال وان اصح عرض الاعراض علی آدم علیہ السلام فی عالما لمثال ثم علی الملائکۃ وقیل لھم انبئونی باسماء ھو لاء والا فکیف یتصور عرض الاعراض لو لم یکن لما ضورۃ تتشخص انتھی۔

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ وضو کرنے والے کے اعضا وضو سے خطاؤں کا نکلنا (جو اس حدیث میں مذکور ہے) حقیقت پر محمول ہے، اس لیے کہ خطاؤں کی وجہ سے

انسان کے ظاہر و باطن میں ایک ایسی سیاہی پیدا ہوجاتی ہے جس پر اربابِ احوال و مکاشفات (اولیاء اللہ) مطلع ہوتے ہیں، اور طہارت اسے زائل کردیتی ہے، پس یا یہ مقدر مانا جائے کہ مومن کے چہرہ سے ہر خطا کا اثر نکل جاتا ہے اور یا یہ کہا جائے کہ نفسِ خطا بدن سے متعلق ہوتی ہے، اس تقدیر پر کہ وہ جسم ہے عرض نہیں، بنا کرتے ہوئے عالمِ مثال پر، اور اس بات پر کہ ہر چیز اس عالم میں عرض ہے، اس کے لیے عالمِ مثال میں ایک صورت ہے، اسی لیے صحیح ہوا پیش کرنا اعراض کا آدم علیہ السلام پر عالمِ مثال میں، پھر فرشتوں پر، اور ان سے کہا گیا کہ تم خبر دو مجھے ان چیزوں کے ناموں کی، ورنہ کس طرح متصور ہوگا پیش کرنا اعراض کا، اگر ان کے لیے کوئی ایسی صورت نہ ہو جس سے وہ متشخص ہوجائیں، اسی طرح قوت المغتذی شرح ترمذی میں ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علما محدثین کے نزدیک عالمِ مثال قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

(بشکریہ: ماہ نامہ "قائد" ملتان، جلد۲، شمارہ ۳، بابت جمادی الآخر ۱۳۶۹ھ/ اپریل ۱۹۵۰ء، ص ۲۰ تا ۲۳)

///////////
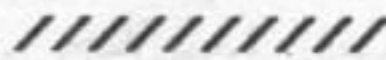
اخبارِ رضا

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی کتاب "دینِ فطرت" کا ہندی ترجمہ ادارۂ مسعودیہ، کراچی نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب مفت تقسیم کی جارہی ہے۔ ہر ادارہ کو صرف ۲ کتابیں ہی دی جائیں گی۔ دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر اس پتہ سے کتاب حاصل کریں۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ۱۰۴، جسولی، بریلی شریف۔ ☆ رضا اکیڈمی، اسٹاکپورٹ، انگلینڈ کی نئی مطبوعات (۱) محمد الیاس کشمیری کی انگریزی تصنیف Martyrdom of Imam Husain (۲) برطانوی نو مسلمہ امینہ براکا کی انگریزی تالیف An attribute of Shaikh-al-Islam Imam Ahmad Raza (۳) اعلیٰ حضرت پر امینہ براکا کی کتاب کا اردو ترجمہ از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بنام "شیخ الاسلام امام احمد رضا کو خراجِ عقیدت" (۴) برطانوی نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم کی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ "امام احمد رضا کے جدید اصلاحی اسلامی تعلیمی نظریات" (۵) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نو ۹ر کتابوں کے انگریزی تراجم:- غایۃ التحقیق، ردّ الرفضہ، صلات الصفا، نفی الفئ، قمر التمام، شمول الاسلام، میلاد النبویہ، الحجۃ الموتمنہ، اظہار الحق الجلی از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ ملنے کا پتہ: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، رضا اسلامک اکیڈمی، ۱۰۴، جسولی، بریلی شریف ☆ ادارۂ مسعودیہ، کراچی نے مولانا غلام جابر شمس مصباحی کی کتاب "پروازِ خیال" شائع کی ہے جو مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔

حدیث نور اور حدیث سایہ کی تحقیقِ اسناد

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

(۱)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے! اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، اس فرمان مقدس کو محدثین، مفسرین اور اہلِ سیر، مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے صدیوں سے نقل کرتے چلے آرہے ہیں، تمام امت مسلمہ نے اسے قبول کیا اور یہی عقیدہ رکھا کہ تخلیق اوّل "نورِ محمدی" ہے، اس حدیث اور دیگر احادیث مبارکہ "اوّل ماخلق اللہ القلم" (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا) "اوّل ما خلق اللہ العقل" (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا) کے درمیان موافقت وتطبیق دیتے ہوئے یہی لکھا ہے کہ اولیت حقیقی نور محمدی کو ہی حاصل ہے۔(زرقانی علی المواہب، از امام محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ، از ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی)

کچھ عرصہ سے جلد باز لوگوں نے بزرگوں پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اس کا انکار کیا، پھر ان کا انکار اس وقت اپنے عروج پر گیا جب "مصنف عبدالرزاق" کا نسخہ انڈیا سے شائع ہوا، کیونکہ اس نسخہ میں یہ روایت نہ تھی، اس کے بعد تو یہ چیلنج شروع ہوگیا کہ یہ حدیث ہرگز نہیں اگر اس کا وجود ہے تو ثابت کرکے دکھاؤ، اہل علم نے واضح کیا کہ یہ مصنف کا مطبوعہ نسخہ ناقص ہے کیونکہ اس کے محقق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے چوتھی جلد کی ابتداء میں اس کے ناقص ہونے کی تصریح کردی ہے، مگر "میں نہ مانوں" کی رٹ اب تک جاری ہے، اللہ تعالیٰ نے فضل ولطف فرمایا افغانستان سے مصنف کا کامل نسخہ مخطوطہ کی صورت میں دستیاب ہوگیا، (اب اس نسخہ پر بیروت، لبنان، میں تحقیق ہورہی ہے) جو عنقریب شائع ہورہا ہے، اس میں حدیثِ نور (حدیث نمبر ۱۷، ۱۸) اس سند اور الفاظ کے ساتھ موجود ہے، متن اور ترجمہ درج ذیل ہے۔

(۱۷) عبدالرزاق عن ابن جریج عن الزهری عن سالم عن ابیه، انه قال: رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم بعینین هاتین و کان نوراً کله بل نوراً من نور الله، من رآه بدیها هابه و من رآه مراراً استحبه اشد استحباب. (اسناده صحیح)

ترجمہ:۔امام عبدالرزاق فرماتے ہیں مجھے امام ابن جریج، ان سے امام زہری، ان سے حضرت سالم تابعی، ان سے ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ان دونوں آنکھوں سے دیکھا، آپ سراپا نور تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نوروں میں سے عظیم نور تھے۔

(۱۸) عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنكدر عن جابر، قال : سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ان اول شئ خلقه الله تعالىٰ ؟ فقال :هو نور نبيک يا جابر، خلق الله ثم خلق فيه كل خير و خلق بعده كل شئ، و حين خلقه اقامه قدامه من مقام القرب اثنى عشر الف سنته، ثم جعله اربعة اقسام، فخلق العرش و الكرسى من قسم و حملته العرش و خزنته الكرسى من قسم و اقام قسم الرابع فى مقام الحب اثنى عشر الف سنة ثم جعله اربعة اقسام فخلق القلم من قسم و اللوح من قسم الجنة من قسم ثم اقام القسم الرابع فى مقام الخوف اثنى عشر الف سنة ثم جعله ا اربعة اجزاء، فخلق الملائكة من جزء والشمس من جزء و القمر من جزء و الكواكب من جزء و اقام الجزء الرابع فى مقام الرجاء اثنى عشر الف سنة، ثم جعله اربعة اجزاء، فخلق العقل من جزء و العلم من جزء و الحكمة من جزء و العصمة و التوفيق من جزء و اقام الجزء الرابع فى مقام الحياء اثنى عشر الف سنة، ثم نظر الله عزوجل اليه فترشح النور عرقا فقط منه مائة الف و اربعة و عشرون الف قطرة من نور، فخلق الله من كل قطرة روح نبى او روح رسول ثم تنفست ارواح الانبياء فخلق الله من انفا سهم الاولياء و الشهداء والسعداء والمطيعين الى يوم القيامة، فالعرش و الكرسى من نورى، والكروبيون من نورى، والروحانيون من نورى والملائكة من نورى، والجنة وما فيها من النعيم من نورى، وملائكة السموات السبع من نورى، والشمس والقمر والكواكب من نورى، والعقل والتوفيق من نورى، والشهداء والسعداء والصالحون من نتاج نورى، ثم خلق الله اثنى عشر الف حجاب، فاقام الله نورى وهو الجزاء الرابع فى كل حجاب الف سنة، وهى مقاماتِ العبودية والسكينة والصبر والصدق واليقين فغمس الله ذلک النور فى كل حجاب الف سنة، فلما اخرج الله النور من الحجب ركبه الله فى الارض فكان يضئى منها ما بين المشرق والمغرب كالسراج فى الليل المظلم، ثم خلق الله آدم من الارض فركب فيه النور فى جبينه و ثم انتقل منه الى شيث و كان ينتقل من طاهر الى طيب و من طيب الى طاهر الى ان اوصله الله صلب عبدالله بن عبدالمطلب و منه الى رحم آمنه بنت وهب ثم اخرجنى الى الدنيا فجعلنى سيد المرسلين وخاتم النبيين و رحمة اللعالمين و قائد غرالمحجلين هكذا كان بدء خلق نبيک يا جابر.

ترجمہ:۔ امام عبدالرزاق فرماتے ہیں مجھے حضرت معمر ان سے ابن منکدر اور انہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی شے پیدا کی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے، اللہ نے اسے پیدا فرما کر

اس میں سے ہر خیر پیدا کی اور اس کے بعد ہر شے پیدا کی، جب اس نور کو پیدا فرمایا تو اسے بارہ ہزار سال تک مقامِ قرب پہ سامنے فائز رکھا، پھر اس کے چار حصص کیے ایک حصہ سے عرش و کرسی، دوسرے سے حاملین عرش اور خازنین کرسی پیدا کیے، پھر چوتھے حصہ کو مقامِ محبت پر بارہ ہزار سال رکھا پھر اسے چار میں تقسیم کیا، ایک سے قلم، دوسرے سے جنت بنائی، پھر چوتھے کو مقامِ خوف پر بارہ ہزار سال رکھا پھر اس کے چار اجزاء کیے ایک جزء سے ملائکہ، دوسرے سے شمس، تیسرے سے قمر اور ایک جزء سے ستارے بنائے، پھر چوتھے جزء کو مقامِ رجا پر بارہ ہزار سال تک رکھا، پھر اس کے چار اجزاء بنائے ایک سے عقل، دوسرے سے علم، تیسرے سے حکمت اور چوتھے سے عصمت و توفیق بنائی، پھر چوتھے کو مقامِ حیا پر بارہ ہزار سال تک رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر کرم فرمائی تو اس نور کو پسینہ آیا جس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کے قطرے جھڑے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قطرہ سے نبی کی روح یا رسول کی روح پیدا کی، پھر ارواحِ انبیا نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان انفاس سے تا قیامت اولیا، شہدا، سعدا اور فرمانبرداروں کو پیدا فرمایا تو عرش و کرسی میرے نور سے، کروبین میرے نور سے، روحانیو ں میرے نور سے، ملائکہ میرے نور سے، جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے نور سے، ملائکہ سبع سموات میرے نور سے، شمس، قمر اور ستارے میرے نور سے، عقل و توفیق میرے نور سے، ارواح رسل و انبیا میرے نور سے، شہدا اور صالحین میرے نور کے فیض سے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے نور کے جزء رابع کو ہر پردہ میں ہزار سال رکھا اور یہ مقامات عبودیت، سکینہ، صبر، صدق و یقین تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہزار سال تک اس پردہ میں غوطہ زن رکھا، جب اسے اس پردہ سے نکالا اور اسے زمین کی طرف بھیجا تو اس سے مشرق و مغرب یوں روشن ہوئے جیسے تاریک رات میں چراغ، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو زمین سے پیدا کیا تو ان کی پیشانی میں نور رکھا پھر اسے حضرت شیث کی طرف منتقل کیا، پھر وہ طاہر سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا ہوا عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں اور آمنہ بنت وھب کے شکم میں آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں پیدا فرما کر رُسل کا سردار، آخری نبی رحمۃ للعالمین اور تمام روشن اعضا والوں کا قائد بنایا تو جابر! یوں تیرے نبی کی تخلیق سے ابتدا ہوئی۔

(تحقیق سند حدیث نمبر ۱۷)

۱۔ حافظ کبیر امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۲۶ھ میں صنعا (یمن) میں پیدا ہوئے، حضرت امام عبید اللہ بن عمر (بن حفص) سے کسی قدر اور زیادہ تر امام ابن جریج، امام ثور بن یزید، امام معمر، امام اوزاعی اور امام سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام ذہلی، امام احمد بن صالح، امام رمادی، امام اسحاق بن ابراہیم دبری اور

دوسرے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا، آپ امام معمر کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں، سات سال تک ان کی صحبت میں رہے، ان کی احادیث صحاح ستہ کی ساری کتابوں میں مذکور ہیں، صحیح بخاری میں آپ سے کم وبیش ۸۹؍احادیث مروی ہیں، جب کہ صحیح مسلم میں کم وبیش ۲۸۹؍احادیث آپ سے مروی ہیں، ثقہ راوی ہیں، ۲۱۱ھ میں وفات پائی۔

۲۔ امام ابوالولید عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج رحمۃ اللہ علیہ، ۸۰ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، بلند پایہ حافظ حدیث اور حرم پاک کے نامور فقیہ ہیں، صحیحین اور سنن کے چھ مجموعوں کے راوی ہیں، اپنے والد بزرگوار کے علاوہ کسی قدر امام مجاہد سے بھی علم حاصل کیا، زیادہ تر استفادہ امام عطاء بن ابی رباح سے کیا، امام میمون بن مہران، امام عمرو بن شعیب، امام زہری، امام نافع، امام جعفر صادق اور دوسرے بہت سے اساتذہ سے مستفیض ہوئے، ان سے دونوں سفیان، مسلم بن خالد، ابن علیہ، حجاج بن محمد، ابو عاصم، روح، وکیع، عبدالرزاق اور دوسرے بہت سے محدثین روایت کرتے ہیں، بڑے عبادت گزار اور زاہد شب زندہ دار تھے، ثقہ راوی ہیں، ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

۳۔ امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن کلاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ ۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، جلیل القدر تابعی، عظیم المرتبت عالم دین اور علم حدیث میں اپنے دور کے مشہور امام ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر، سہل بن سعد، انس بن مالک، محمود بن ربیع، سعید بن مسیب، ابو امامہ بن سہل اور اس طبقہ کے دوسرے صحابہ اور کبار تابعین سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے عقیل، یونس، زبیدی، صالح بن کیسان معمر، شعیب بن ابی حمزہ، اوزاعی، لیث، مالک، ابن ابی ذئب، عمرو بن حارث، ابراہیم بن سعد، سفیان بن عیینہ اور دوسرے بہت سے محدثین روایت کرتے ہیں، صحیحین اور سنن کے چھ مجموعوں کے ثقہ راوی ہیں، ۱۲۴ھ میں شام میں وفات پائی۔

۴۔ حضرت ابوعمر سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب العمری رضی اللہ عنہ، آپ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے اور مدینہ منورہ کے نامور فقیہ ہیں، آپ نے اپنے والد حضرت عبداللہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سفینہ اور حضرت سعید بن مسیب سے سماع حدیث کیا، اور آپ سے عمرو بن دینار، زہری، عبیداللہ بن عمر، صالح بن کیسان، موسیٰ بن عقبہ، حنظلہ بن ابی سفیان اور دوسرے بہت سے لوگوں نے کسب فیض کیا، زہد وعبادت اور علمی فضیلت میں بے نظیر تھے، صحیحین اور مجموعہ سنن کے ثقہ راوی ہیں، ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما مشہور صحابی ہیں، ۷۴ھ میں وفات پائی۔

(تحقیق سند حدیث نمبر ۱۸)

یہ حدیث ثلاثی احادیث میں سے ہے یعنی امام عبدالرزاق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں، امام معمر، امام محمد بن المنکدر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔ یہ سند الحمد للہ زبردست صحیح اور عالی سند ہے، اس کے تمام رواۃ ثقات آئمہ اعلام میں سے ہیں۔

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی رحمۃ اللہ علیہ (ان کے حالات اوپر گذر چکے)

۲۔ امام ابو عروہ معمر بن راشد ازدی بصری رحمۃ اللہ علیہ ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے امام زہری، قتادہ، عمرو بن دینار، زیاد بن علاقہ، یحییٰ بن ابی کثیر، محمد بن زیاد جمحی اور ان کے طبقہ سے علم حدیث حاصل کیا اور ان سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک، غندر، ابن علیہ، یزید بن زریع، عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ، ہشام بن یوسف، عبدالرزاق اور دوسرے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے، یہ اپنے وقت کے زبردست عالم اور ثقہ محدّث ہیں، صحیحین اور سنن کے چھ مجموعوں کے راوی ہیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مرکزی راوی ہیں، صحیح بخاری میں ان سے کم و بیش سوا دو سو ۲۲۵/ احادیث مروی ہیں، جس میں اسی ۸۰ کے اوپر عبدالرزاق عن معمر کی سند سے ہیں۔ مسلم شریف میں ان سے کم و بیش ۳۰۰/ احادیث مروی ہیں، جن میں سے کم و بیش ۲۸۰/ احادیث عبدالرزاق عن معمر کی سند سے ہیں۔ ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔

۳۔ شیخ الاسلام امام ابو عبداللہ محمد بن منکدر تیمی رحمۃ اللہ علیہ، ۳۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن مسیب اور دوسرے صحابہ کی ایک جماعت سے احادیث کی روایت کرتے ہیں، آپ سے آپ کے صاحبزادے منکدر، امام مالک، شعبہ، معمر، روح بن قاسم، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے، صحیح بخاری میں ان سے کم و بیش ۳۰ سے زیادہ احادیث مروی ہیں، جن میں کم و بیش ۲۹ احادیث محمد بن المنکدر عن جابر کی سند سے ہیں۔ صحیح مسلم میں ان سے کم و بیش ۲۲ احادیث مروی ہیں، جن میں سے ۱۴ کے قریب حضرت جابر سے مروی ہیں۔ ۱۳۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۴۔ حضرت ابو عبداللہ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما مشہور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ۹۴ سال کی عمر پا کر ۷۸ھ میں وفات پائی۔

ایک شبہ کا ازالہ

حضرت ابو العباس شیخ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۲۳ھ) نے اپنی کتاب ''مواہب اللدنیہ'' میں ''مصنف عبدالرزاق'' کے حوالہ سے جو حدیث نور نقل فرمائی ہے اس میں ''من نورہ'' کے الفاظ ہیں، جب کہ دریافت ہونے والے نسخہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ امام قسطلانی کے پیش نظر مصنف عبدالرزاق کا جو نسخہ تھا، انہوں نے اس کے مطابق نقل کیا، جو نسخہ اب افغانستان سے دریافت ہوا ہے اس کے الفاظ اوپر گذر چکے ہیں اور نسخوں میں معمولی اختلاف کا ہونا کوئی بڑی بات نہیں جیسا کہ اہل علم پر اظہر من الشمس ہے، یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ایک روایت کی نقل میں ایک راوی کچھ لفظ کم نقل کر رہا ہو اور دوسرا راوی کچھ لفظ زیادہ لا رہا ہو تو ثقہ کی زیادۃ قبول کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے پہلے والی حدیث نمبر ۱۷ میں صاف "نور من نور اللہ" کے الفاظ درج ہیں، لہٰذا اعتراض کی گنجائش نہیں۔

(۲)

اُمتِ مسلمہ یہ مانتی چلی آرہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہیں، اس پر دیگر دلائل کے علاوہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول گرامی بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا، اسے بہت سے بزرگوں نے نقل کیا مگر سند نہ تھی، بعض لوگوں نے سند نہ ہونے کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا، الحمد للہ مذکورہ "مصنف عبدالرزاق" کے نسخہ میں اس کی بھی سند موجود ہے، ہم اسے متن اور سند کی تحقیق کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔

(٤) عبدالرزاق عن ابن جريج قال اخبرني نافع عن ابن عباس قال : لم يكن لرسول الله صلى الله عليه وسلم ظل و لم يقم مع شمس قط الا غلب ضوءه الشمس و لم يقم مع السراج قط الا غلب ضوءه السراج. (سنده صحيح)

ترجمہ۔ امام عبدالرزاق فرماتے ہیں مجھے ابن جریج انہیں امام نافع اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ تھا، جب آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کے نور کی روشنی کا شمس پر غلبہ ہوتا، اسی طرح کسی چراغ کے سامنے قیام ہوتا تو آپ کے نور کی روشنی کا چراغ پر غلبہ ہوتا۔

(تحقیق سند حدیث نمبر ۴)

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام بن نافع رضی اللہ عنہما

۲۔ امام ابوالولید عبدالمالک بن عبدالعزیز بن جریج رضی اللہ عنہما

۳۔ امام ابو عبداللہ نافع بن کاؤس عدوی رحمۃ اللہ علیہ، مدینہ منورہ میں سکونت رکھتے تھے، آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، ابو ہریرہ، ام سلمہ، رافع بن خدیج، ابولبابہ اور دوسرے صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا، آپ سے امام اوزاعی، ابن جریج، ایوب، عبیداللہ بن عمر، ابن عون، مالک، عقیل بن خالد، لیث اور دوسرے بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں، امام بخاری آپ کی سند کو سب سندوں سے زیادہ

صحیح سند مانتے ہیں، صحیحین اور سنن کے مجموعوں کے راوی ہیں، ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی۔

مخطوطہ کی یہ احادیث مفتی محمد عباس رضوی، ریسرچ آفیسر محکمہ اوقاف دبئی نے ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور میں اشاعت کے لیے مفتی محمد خان قادری مدظلہٗ کو ارسال فرمائیں، ہم نے یہ احادیث ماہنامہ ''سوئے حجاز'' شمارہ اکتوبر ۲۰۰۴ء سے نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ''مصنف عبدالرزاق'' کا یہ کامل نسخہ جلد شائع ہو جائے تا کہ امت کے افتراق و انتشار میں کمی واقع ہو سکے۔

اس سے یہ سبق بھی حاصل کر لینا چاہیے کہ ہمیشہ امت کے مسلمہ بزرگوں پر اعتماد کرنا چاہیے اگر انہوں نے کوئی بات لکھی ہے تو جلدی سے اس کا انکار مناسب نہیں، اس کی بنیاد کی تلاش میں رہنا چاہیے بلکہ ہمارے لیے ان کا لکھ دینا ہی کافی ہے، ہمارا علم و مطالعہ اور تقویٰ ان جیسا کہاں؟ وہ لاکھوں احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ دیتے ہیں جب کہ ہمارے لیے فقط عبارت پڑھنا بھی مشکل ہوتی ہے۔ وما علینا الاالبلاغ المبین

ماخذ و مراجع

۱۔ ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۴ء

۲۔ حافظ شمس الدین محمد ذہبی، تذکرۃ الحفاظ (اردو ترجمہ) مطبوعہ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور ۱۹۸۱ء

۳۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، بستان المحدثین (اردو، فارسی) مطبوعہ ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۸۴ء

۴۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تابعین، مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڈھ ۱۹۳۷ء

۵۔ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، اولیاء رجال الحدیث، مطبوعہ مصلح الدین پبلی کیشنز کراچی ۱۹۹۸ء

۶۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، شمارہ نومبر ۲۰۰۴ء

XXXXXXXX

ہدیۂ تبریک

حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی حق پرستی

یہ خبر اہلِ علم و تحقیق کے حلقے میں خصوصاً اور اہلِ سنّت میں عموماً خوشی و مسرّت کا باعث ہے کہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے اپنی تصنیف شرح مسلم شریف اور تفسیر التبیان سے نشان زدہ تمام متنازعہ عبارات سے رجوع فرما کر اس کی اصلاح فرمائی ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

قلمِ رضا سے ہوا عمدہ بیان ختم نبوت کا

غلام مصطفیٰ قادری رضوی
رحمت عالم گلی، باسنی، ناگور راجستھان

رب قدیر جل مجدہٗ نے جو مذہب مہذب ہمیں عطا فرمایا ہے یہ ہمارے لیے مکمل دستور حیات ہے اس کی بے مثال تعلیمات و ہدایات ہماری دنیوی اور اُخروی کامیابیوں کا حسین ذریعہ ہیں۔ مگر اس کے دامن میں آنے کے لیے ہر ایک کو کئی بنیادی عقاید و نظریات کو بصدقِ دل مان لینا ضروری ہے جو خدا و رسول جل وعلا و ﷺ نے بیان فرمائے۔ نیز خدا و رسول کی بتائی ہوئی قطعی الثبوت باتوں کا انکار بھی نہ ہو۔ انہی کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے......

ضروریات میں سے ایک مسلمہ عقیدۂ حسنہ ہمارا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول محمدِ عربی علیہ التحیۃ والثنا سب سے آخری نبی ہیں۔ اب آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ اور ہمارا یہ عقیدہ دیگر عقاید کی طرح ٹھوس اور غیر متزلزل ہے...... جس پر ہمیشہ اہلِ ایمان مضبوطی سے قائم رہے۔ مگر مبارک و مسعود عہدِ رسالت سے لے کر تا امروز جن مختلف النوع فتنوں نے سر اُبھارا اور پاکیزہ ایمان والوں کو صدمات سے دو چار کیا، ان فتن و فسادات میں ایک انتہائی تعجب خیز اور طوفان بن کر پھیلنے والا ان جعلی نبیوں کا فتنہ تھا جنھوں نے اسلام کے آہنی مستحکم فیصلوں سے ٹکرانے کی کوششِ ناکام کی۔ اس خطرناک فتنہ کے ذریعہ دشمنانِ اسلام نے اپنی سازشوں کا جال بچھایا اور اسے حربے کے طور پر استعمال کیا۔ جو آج سے چودہ سو سال پہلے اپنی ابتدا کر چکا تھا اس وقت سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی تک اپنے سیاہ اور مکروہ چہرے کے ساتھ رونما ہوتا رہا۔

مگر ان تمام فتنوں اور گمراہ کن انقلابات کے اثرات دیکھ کر مردانِ حق نے بھی کاہلی اور غفلت نہیں برتی بلکہ ان خوش نصیب اہلِ علم و فکر حضرات نے اپنی بھرپور صلاحیتوں اور قابلیتوں کا اظہار فرما کر تمام باطل اور گمراہ کن نظریات کی بیخ کنی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ ان کے خلاف زبان و قلم کے ہتھیار استعمال کیے۔ چنانچہ گذشتہ چودہ صدیوں میں جس نے بھی دعویٔ نبوت کیا، اہلِ حق اور صاحبِ بصیرت حضرات نے ان کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور ان کی جھوٹی شہرت و عظمت کو خاک میں ملا دیا۔

جب مسیلمہ کذّاب نے سر اٹھایا اور نبوت کا دعویٰ کیا تو عزم و استقلال کے پیکر امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نتیجہ کی پرواہ کیے بغیر میدانِ عمل میں اُتر آئے۔ اور اپنی قوتِ ایمانی و عزیمتِ ایقانی کے ساتھ محض خدا و رسول جل وعلا و ﷺ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس مردود

اور جھوٹے مدعی نبوت کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد ہی چین وسکون کی سانس لی۔

اس طرح جس دور اور زمانے میں اس قسم کا فتنہ اُٹھا اس دور کے قلم کار اور پاکباز ہستیوں نے ان کا تعاقب کیا اور اسے بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور اہلِ ایمان کے دلوں میں شکوک و شبہات آنے لگتے تو فوراً ان کے ازالے کی کوششیں کرتے اور انھیں مطمئن کر کے اس عقیدۂ حقہ کو مزید ان کے قلوب واذہان میں راسخ کر دیتے۔

عہدِ رسالت سے لے کر چودھویں صدی تک نہ جانے کتنے کذاب اور دجال پیدا ہوئے اور نبوت کا دعویٰ کیا مگر کبھی بھی خوش عقیدہ مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں پھنسا نہ سکے۔ بلکہ اپنی موت آپ مر گئے۔ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوئے۔ اور آخرت میں بھی اپنا برا انجام دیکھ لیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں اپنی فکرِ خام اور خباثت بھری سوچ سے اس نے بھی مال و دولت، اقتدار و حکومت کے طمع میں جہاں اور بہت سی غیر شرعی حرکتیں کیں وہیں اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا اور اپنی کتاب "دافع البلاء" ص ۱۰ پر یہ لکھ کر دریدہ دہنی اور گستاخی کی حد کر دی کہ "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"۔ ؎۱

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرقۂ وہابیہ نجدیہ کے ردّ و تعاقب کے ساتھ ساتھ مرزائے قادیان کا بھی سخت تعاقب فرمایا اور اس گستاخ پر کفر کا فتویٰ دیا۔ انھوں نے دیوبندیوں کے چار مشہور پیشواؤں کے خلاف علمائے حرمین شریفین سے جو فتویٰ حاصل کیا ان کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں بھی حکمِ شرعی حاصل کیا اور اس کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ اور خاص مرزا غلام احمد قادیانی کے ردّ و تعاقب میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں اس مردود اور جھوٹے انسان کے گستاخیاں بھرے جملوں کا ردّ و طرد بھی فرمایا اور پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ نیز اس کا اور اس کے متبعین کا شرعی حکم بھی بیان فرمایا.........

"امام احمد رضا کا قلم زندگی بھر سیرۃ النبی ﷺ پر چلتا رہا۔ انھوں نے سیرت کے ایک ایک گوشے پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے اور وہ تحقیق فرمائی جو کتبِ سیرت میں نظر نہیں آتی۔ انھوں نے سیرت ہی کو اپنا محورِ قلم بنایا، محبوب خدا کی ایک ایک خوبی کو اس طرح روشن کیا کہ اس کی روشنی سے ماحول جگمگانے لگے۔ اور ہر زبان ان کے گن گانے لگی۔ سیرت لکھنے والوں نے بہت سی کتابیں لکھیں لیکن جو تاثیر امام احمد رضا کے قلم میں نظر آئی اور جو زندگی ان کی تحریروں میں دیکھی گئی کہیں نہیں دیکھی گئی۔ انھوں نے نظم ونثر دونوں میں سیرت کو اجاگر کیا۔" ؎۲

بھلا جو اپنا آقا و مولیٰ کی اس طرح زبان و قلم سے گن گاتا رہا اس سے کیسے برداشت اور گوارا ہوسکتا ہے کہ اس کے محبوب کی ذات پر رکیک حملے کیے جائیں اور ان کی شخصیت میں خوبیوں کی بجائے

عیوب تلاش کیے جائیں۔ ان کے زمانے میں جب بھی کسی فتنے نے سر اٹھایا رضوی قلم خنجر بن کر ان کا قلع قمع کرتا رہا۔ عقیدۂ ختم نبوت پر امام احمد رضا کا مضبوط عقیدہ تھا اور اس عقیدہ کو فروغ دینے کے لیے بھی انھوں نے اپنی خدا داد صلاحیتوں کا استعمال کیا۔ اور نبوی عنایتوں کے سائے میں عقیدۂ حقہ کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کی سعی بلیغ فرمائی .... شکوک وشبہات کے دلدل میں پھنسے ہوئے افراد کے سامنے قرآنی آیات، احادیث کریمہ اور اقوال صحابہ وصالحین کے ذریعے ایسے ٹھوس اور مستحکم دلائل پیش فرمائے کہ پتھر دل بھی موم ہوتے گئے اور اپنی فکرِ خام کو بدل کر سچے عقیدے پر عمل پیرا ہوئے۔ اس سلسلے میں آپ کے سامنے جو بھی باطل اور گمراہ کن نظریہ آیا آپ نے خدائی فضل اور کرم نبوی کے سائے میں اس کا سخت تعاقب کیا اور نظریۂ باطل پیش کرنے والے کو مضبوط براہین سے چنے چبوا دیے۔ عقیدۂ ختم نبوت پر آپ نے رسائل وکتب لکھیں جن کے مطالعہ کے بعد جہاں اس عقیدے پر لب کشائی کرنے والے متاثر ہوئے وہیں آپ کی تصانیف وتالیفات کا شوقِ مطالعہ بھی تیز ہوتا گیا...... ختم نبوت کے ثبوت میں آپ کا گہبار اور فیض یافتہ قلم چلتا رہا اور دلائل و براہین کے انبار لگتے رہے۔ خاص اس موضوع پر آپ کی دو اہم تصانیف نے اہل علم و دانش کو بہت متاثر کیا اور اس سے مخالفین ومنکرین کو بھی اپنی فکر خام پر نظر ثانی کا موقع ملا۔ پہلی کتاب ''المبین ختم النبیین'' کے نام سے منظر عام پر آئی، نیز فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں بھی اس کو ضم کرلیا گیا ہے۔ اس کتاب میں جہاں اور دلائل سے آپ نے مسئلہ ختم نبوت پر گفتگو فرمائی ہے وہیں مولوی قاسم نانوتوی کے ہفوات کا بھی جاندار اور ٹھوس جواب دیا گیا اور بقول بحر العلوم علامہ عبدالمنان اعظمی دام ظلہ العالی ''پورے قرآن مجید سے ان تمام مقامات کا استقصاء فرمایا ہے جہاں جہاں نبی ورسول کا ذکر آیا اور اس پر ایسی شاندار بحث فرمائی ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ ہوتا ہے کہ **لیس علی اللّٰہ بمستنکر ان یجمع العالم واحد**

''اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں ہے کہ ساری خوبیاں کسی ایک آدمی میں جمع فرمادے'' اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ الف لام عہد خارجی کا بن ہی نہیں سکتا ہے۔ افسوس کہ یہ رسالہ نامکمل ہے۔ لیکن جتنا ہے آفتاب وماہتاب ہے۔

''المبین'' میں جہاں آپ نے مسئلہ ختم نبوت کرنے کے لیے قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کی تفسیر وتشریح اچھوتے انداز میں کی ہے وہیں مقدس صحابہ وائمہ وسلف سے بیان بھی منقول دلائل و براہین قاطعہ ذکر کردیتے ہیں اور تحقیق وتدقیق اور اصلاح فکر واعتقاد کا حق ادا کردیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

''حضور پُرنور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیا ومرسلین بلاتاویل وبلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے۔ جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک وشبہ کو بھی

راہ دے کافر مرتد ملعون ہے۔ آیۂ کریمہ ولکن رسول الله و خاتم النبیین وحدیث متواتر لانبی بعدی سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً وخلفاً ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس ﷺ بلاتخصیص تمام انبیا میں آخر نبی ہوئے۔ حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت کسی کو نبوت ملنی محال ہے فتاوٰی تیمیہ الدہر واشباہ والنظائر وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے اذا لم یعرف ان محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من الضروریات، جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد ﷺ انبیا میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیا ہونا ضروریات دین ہے۔

شفا شریف امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کذالک یکفر من ادعی نبوة مع نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اور بعده (الی قوله) فهولاء کفار مکذبون للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لانه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اخبرانه خاتم النبیین ولا نبی بعدهٗ و اخبر عن الله تعالیٰ انه خاتم النبیین وانه ارسل کافة للناس واجمعت الامة علی ان هذا الکلام علی ظاهره وان مفهومه المراد منه دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفره هولاء الطوائف کلها قطعا اجماعا و سمعا.

"یعنی جو ہمارے نبی ﷺ کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے اور نبی ﷺ کی تکذیب کرنے والا کہ نبی ﷺ نے خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور حضور کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ عزوجل نے خبر دی کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا ورسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت وبحکم قرآن و حدیث سب یقیناً کافر ہیں۔" [۳]

اس طرح ختم نبوت کے بارے میں ایک اور مفید تالیف "جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ" کے نام سے منظر عام پر آئی جس میں قرآن مقدس کی آیت اور کئی ایک احادیث نبویہ سے حق واضح فرمایا ہے۔[۱] ایک مقام پر رقمطراز ہیں۔

"اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ ماننا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو احد صمد لاشریک له جاننا فرض اوّل ومناط ایمان ہے۔ یونہی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل وجزئے ایقان ہے ولکن رسول الله و خاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنیوالا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی

المیر ان ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر۔ جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردّد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکافر جلی الکفر ان ہے۔" ؎

عوامی حالات کا تقاضا و ضرورت ہے کہ عقاید و معمولات اہل سنت و جماعت کو کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کرنے اور دلائل و براہین کی زنجیروں میں جکڑنے کی پوری کوشش کی جائے۔ اور ایسے اہم عقاید و معمولات پر مشتمل علما اہل سنت کی تصانیف بلخصوص تصانیفِ رضا کو سہل انداز میں دنیا بھر میں پہنچائی جائے۔ یورپی ممالک میں یہ فتنہ قادیانیت بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس لیے وہاں کے ساکنان کے دلوں میں آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝ کے معنی و مفہوم کو اچھوتے انداز میں پیش کیا جائے اور تصانیف امام احمد رضا جو اس موضوع پر ہیں انھیں مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے بین الاقوامی سطح پر بھیجا جائے۔

آخر میں امام احمد رضا کے ان محبت و عشق بھرے اشعار پر اپنا مقالہ ختم کر رہا ہوں جو عقیدۂ ختم نبوت کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ شاید اچھے دل سے نکلنے والی یہ آواز قبولِ حق کے سلسلے میں معاون ثابت ہو۔ اور منکرینِ ختم نبوت کے لیے اس مستحکم عقیدہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کا ذریعہ بن جائے۔

فرماتے ہیں۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ۔۔۔ سب سے بالا و والا ہمارا نبی
بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا ۔۔۔ نور اوّل کا جلوہ ہمارا
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں ۔۔۔ شمع وہ لیکر آیا ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوئی ۔۔۔ چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام ۵

حواشی و ماخذ:-

(۱) بحوالہ افکار رضا جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء ص ۲۲
(۲) رہبر و رہنما ص ۷۔
(۳) المبین ختم النبیین مشمولہ فتاوٰی رضویہ ششم ص ۵۷
(۴) ختم النبوۃ ص ۴، ۵
(۵) حدائق بخشش

نعت گوئی کا فن اور امام احمد رضا کا تنقیدی شعور

تحریر: ڈاکٹر سراج احمد قادری، (ایم اے پی ایچ ڈی)
محلہ بنجریا، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی

بیسویں صدی کا نصف آخر اور اکیسویں صدی کا آغاز نعتیہ ادب کے ارتقائی فروغ کا عہد زریں قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ اس عرصے میں نعتیہ ادب پر تحقیق وتخلیق کے جو کارہائے نمایاں انجام پائے یا پارہے ہیں اس سے اردو ادب کی تاریخ نے ایک نیا موڑ لے لیا ہے۔ ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں اردو ادب کے لیے نعتیہ ادب کے یہ عظیم کارنامے ایک روشن باب کی حیثیت سے اپنی عظمت اور تقدس کا لوہا منوائیں۔ بلکہ قدرِ جسارت کے بعد میں تو یہاں تک کہنے کا یہ عزم رکھتا ہوں کہ نعتیہ ادب کا اعجاز اہل سخن کو متاثر کرچکا ہے۔ جو لوگ آج تک اصناف ادب کی دوسری صنفوں میں طبع آزمائی کررہے تھے وہ آج بطیب خاطر نعت مصطفی ﷺ کی رقم طرازی میں ہمہ تن مصروف ومشغول نظر آتے ہیں۔ کچھ اسی طرح کی نشان دہی عظیم نعت شناس محترم راجا رشید محمود نے بھی کی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"عہد حاضر نعت کا دور ہے" ۱

عجب نہیں بدل دے اسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا ۲

خود میرے اپنے مطالعے میں نعتیہ ادب پر کئی اہم تحقیقی مقالے آچکے ہیں جن کی تفصیل یا سرگزشت کچھ اس طرح ہے۔

اردو میں نعتیہ شاعری .... اردو ادب کی تاریخ میں نعتیہ ادب پر سب سے پہلی کاوش یا یونی ورسٹی سطح پر نعتیہ ادب پر لکھے جانے والے ڈاکٹریٹ کے مقالوں میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۵ء میں "اردو میں نعتیہ شاعری" کے موضوع پر ناگپور یونی ورسٹی، ناگپور سے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ جس کی کچھ تفصیل ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی مرحوم نے بایں طور بیان کی ہے۔

"اردو میں نعتیہ شاعری پر پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری کا ۶۸۴ صفحات پر مشتمل اردو نعت کے موضوع پر پہلا تحقیقی مقالہ جسے اکتوبر ۱۹۷۶ء میں اردو اکیڈمی سندھ کراچی نے شائع کیا ہے۔ یہ مقالہ جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے پر فاضل مصنف کو ۱۹۵۵ء میں ناگپور یونی ورسٹی انڈیا نے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا

کی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یقیناً یہ مقالہ برصغیر میں نعت کے موضوع پر کتابی صورت میں نہایت ہی تفصیل کے ساتھ لکھی گئی اوّلین کتاب ہے۔" ۳

اردو میں نعت گوئی ...... ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری کے بعد نعتیہ ادب پر تحقیق و تفحص کا کام تقریباً چار دہائیوں تک منجمد رہا۔ یک بارگی یہ انجماد ٹوٹا اور ڈاکٹر ریاض مجید اس کارِ خیر اور کارِ عظیم کی جانب مائل ہوئے۔ انہوں نے پاکستان کی سرزمین لاہور سے "اردو میں نعت گوئی" کے موضوع پر ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے مذکورہ موضوع پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ قلم بند کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی جس کی تفصیل ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"ڈاکٹر ریاض مجید کی یہ کتاب "اردو میں نعت گوئی" ۷۱۸ صفحات پر مشتمل ہے جسے ۱۹۹۰ء میں اقبال اکادمی لاہور نے شائع کیا ہے۔ اردو میں نعت گوئی بنیادی طور پر پاکستان میں اردو نعت کے موضوع پر .Ph.d کے لیے لکھا جانے والا پہلا تحقیقی مقالہ ہے۔ جس پر فاضل مقالہ نگار کو پنجاب یونی ورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی ہے۔" ۴

اردو شاعری میں نعت گوئی ...... مذکورہ تحقیقی مقالوں کے علاوہ دو اور تحقیقی مقالوں کے مطالعے کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں سے ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کا مقالہ "اردو شاعری میں نعت گوئی" ہے جسے فاضل مقالہ نگار نے پروفیسر وہاب اشرفی کی نگرانی میں رانچی یونی ورسٹی، بہار سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے قلم بند کیا ہے۔ ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کے مقالے پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر شفقت رضوی تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کا پی. ایچ. ڈی کے لیے لکھا گیا مقالہ ہے۔ اس امر کی اطلاع ہمیں کتاب میں شامل "حرفِ آغاز" سے ملی ہے۔ لیکن مقالہ نگار نے یہ نہیں بتایا کہ کس جامعہ نے ان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی۔ ہماری معلومات کے مطابق رانچی یونی ورسٹی بہار نے دی ہے۔" ۵

نعتیہ ادب (عربی زبان میں) ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ ...... مذکورہ مقالہ الہ آباد یونی ورسٹی کے سابق صدر شعبۂ اردو پروفیسر سید محمد عقیل رضوی کی نگرانی میں ڈی۔ فل کی ڈگری کے لیے قلم بند کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے نگران پروفیسر سید محمد عقیل رضوی، مقالہ نگار ڈاکٹر شریف احمد خان کے اس مقالے کے متعلق "چند باتیں" کے تحت رقم طراز ہیں۔

"قاری شریف احمد خاں نے عربی زبان کے تمام جلیل القدر نعت گوؤں پر اپنی اس کتاب میں بحث کر کے نعت گوئی کی ابتدا، اس کے مختلف منازل اور اس کی تقسیم علی

الناس پر بحث کر کے ایک قابل قدر مسالہ اکٹھا کر دیا ہے جو آئندہ نعت گوئی کے میدان کا احاطہ کرنے والوں کے لیے بنیاد کا کام دے گا۔“ ٦

ان تحقیقی مقالوں کے علاوہ نعتیہ ادب پر کئی ایک اور کتابیں نظر سے گزر چکی ہیں۔ جو اگرچہ کسی یونی ورسٹی میں تحقیقی مقالے کی حیثیت سے نہیں لکھی گئی ہیں مگر اس کے باوجود ان کی افادیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان کتابوں کی ترتیب و تدوین عبادت سمجھ کر کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

١۔ اردو کی نعتیہ شاعری ...... ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

٢۔ عربی میں نعتیہ کلام ...... ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی

٣۔ ردائے رحمت ...... ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی

٤۔ نعتیہ شاعری کا ارتقاء ...... ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری

٥۔ نعت کے چند شعرائے متقدمین ...... ڈاکٹر سید شمیم گوہر

٦۔ خلق پیغمبری ...... ڈاکٹر سید جمیل الدین جمیل راٹھوری

٧۔ ارمغانِ نعت ...... ساجد صدیقی والی آسی

نعتیہ ادب پر اخبار و جرائد نے ”خصوصی شمارے“ اور ”نعت نمبر“ بھی شائع کیے ہیں۔ میرے اپنے مطالعے میں جن جرائد و رسائل کے ”نعت نمبر“ یا ”خصوصی شمارے“ آچکے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

١۔ نقوش رسول نمبر جلد دہم — ادارہ فروغ اردو، لاہور

٢۔ اوج نعت نمبر دو جلدیں — شاہدرہ کالج، لاہور

٣۔ کاروانِ ادب — ندوہ، لکھنو

٤۔ ماہنامہ القول السدید — لاہور

٥۔ نعت رنگ کے مختلف شمارے — ادارہ اقلیم نعت، کراچی

٦۔ سفیر نعت کے چار شمارے — کراچی

نعتیہ ادب پر مذکورہ معلوماتی مطالعے کے بعد تحقیق و تفحص، نقد و نظر کے حوالے سے ہونے والے کاموں کا پورا منظر نامہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ تحقیقی کاموں سے تو کسی حد تک اطمینان کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک نعتیہ ادب کی تنقید کی بات ہے تو اس رخ پر کافی مایوسی کا احساس ہوتا ہے۔ جیسا کہ جناب شفیق الدین شارق رقم طراز ہیں۔

”اردو ادب میں نعتیہ نظم و نثر کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے کہ اب اس شعبے میں تنقید کی

ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ نعت کے سلسلے میں تحقیقی کام تو خاصہ ہوا ہے۔ لیکن تنقید کی طرف بوجوہ ابھی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ اب چند حضرات نے پہل کی ہے۔ اس پہل کا عملی نمونہ کتابی سلسلہ میں "نعت رنگ" کا پہلا شمارہ "تنقید نمبر" کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔"......۷

جبکہ مذہب اسلام سے بہتر تحقیق و تنقید، جرح و تعدیل کا اصول اور معیار دنیا کا کوئی بھی مذہب اور ادب پیش نہیں کرسکتا۔ علمائے اسلام نے تحقیق و تنقید کے میدان میں جو گراں بہا کارنامے انجام دیے ہیں آج بھی وہ پوری دنیا میں اپنی مثال آپ ہیں جس کا اعتراف خود اہلِ مغرب کو بھی ہے۔ چنانچہ مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپر نگر جنہوں نے "الاصابہ" کی تصحیح کی، وہ لکھتے ہیں۔

"کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔"......۸

تاریخی تناظر میں آپ مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علمائے اسلام نے قرآن و حدیث کی ترتیب و تدوین میں کس عرق ریزی اور جاں سوزی سے کام کیا ہے۔ اور دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کا محاورہ سچ کر دکھایا ہے۔ علمائے اسلام کی انھیں حسنِ کارکردگی کی بدولت صاف ستھری تنقید کی روایت ادب کی تحویل میں آئی۔ چنانچہ بین الاقوامی یونی ورسٹی اسلام آباد پاکستان کے ریسرچ اسکالر علی اصغر چشتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"تیسری صدی ہجری کا زمانہ تدوینِ حدیث کی تاریخ میں سب سے اہم ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں حدیث کی سب سے زیادہ اہم کتابیں تالیف ہوئیں۔ تنقید رواۃ کے اصول متعین ہوئے، جرح و تعدیل کے اسباب متعین کیے گئے۔ اور اب تک جس طرح متنِ حدیث کے یاد کرنے، پرکھنے اور اس کو سمجھنے کا اہتمام کیا جاتا تھا اس کے ساتھ اسانید کو محفوظ رکھنے اور ان کی صحت و تقسیم کی تحقیق و تفتیش کا بھی اہتمام ہونے لگا اور علم اسماء الرجال کے نام سے ایک مستقل علم کی بنیاد پڑی۔ ذیل میں ہم محدثین حضرات کے مقرر کردہ اصول اور ان کے اطلاق کے متعلق مختصراً بحث کریں گے۔ حدیث شریعت کے بنیادی مآخذ میں سے دوسرا مآخذ ہے، اس کا تعلق تین چیزوں سے ہے۔

(۱) اقوالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) افعالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) احوالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی حیثیت یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس لحاظ سے آپ کا ہر قول اور فعل اللہ جل شانہٗ کی مرضی اور مشیت کے مطابق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، وما ینطق عن الھوٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ اور ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ. محدثین حضرات نے آپ کے اقوال و افعال کی اس بے پناہ اہمیت کے پیش نظر بڑی عقیدت، توجہ، محنت، محبت اور جانفشانی کے ساتھ انھیں ہر پہلو سے ضبط کیا۔ ان حضرات کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے، حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی ایک نقشہ کی طرح موجود ہے۔

اصول روایت: ان حضرات نے آپ کے اقوال و افعال کو عام تاریخی واقعات کی طرح سن کر ضبط نہیں کیا بلکہ اس کے لیے باقاعدہ اصول مرتب کیے اور ہر روایت کو ان اصول پر پرکھا۔ تب جا کر اسے ضبط اور نقل کیا۔

راوی کی حیثیت: محدثین کے نزدیک ہر قسم کے راوی کی روایت قابلِ قبول نہیں اس کے لیے چار شرائط ہیں۔ (۱) اسلام (۲) تکلیف (۳) ضبط (۴) عدالت ۹

تنقید نعت کے سلسلے میں مجلّہ "نعت رنگ" کے حوالے سے کافی کچھ کام ہوا ہے۔ جو یقیناً لائق صد ستائش ہے۔ اس میں مدیر نعت رنگ کا خلوص، ان کی نیک نیتی اور حسنِ کارکردگی کی تصویر صاف جھلکتی ہے۔ مدیر نعت رنگ سید صبیح رحمانی اپنی مساعیٔ جمیلہ سے اس صنف سخن کو عروج و ارتقا کی آخری سرحد تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ "نعت" بھی دیگر اصناف ادب کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑی نظر آئے۔ غالباً اسی کے پیش نظر انھوں نے "نعت رنگ" کا پہلا شمارہ تنقید کے لیے مختص کیا تھا۔ نعت رنگ کے ہی مطالعے سے مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس صنف مقدس پر صاف ستھری تنقید کی ضرورت ہے نہ کہ جارحانہ تنقید کی۔ جس کا احساس دوسرے مقالہ نگاروں کو بھی ہے۔ چنانچہ علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی رقم طراز ہیں۔

> "میں نے نعت رنگ میں اسی لیے ایسی تحریروں کی مخالفت کی جس میں عقاید کی بحث چھڑے اور بات تلخی میں ہو۔ اس عمدہ پرچے میں آداب رسالت کے تقاضوں کی بات رہے اور اہلِ محبت تک پھول ہی پھول مہکائے جائیں۔" ۱۰

ابھی کچھ دنوں پیشتر ماہنامہ "الفرقان" لکھنو کا شمارہ اگست ستمبر ۲۰۰۰ء اور ڈاکٹر رئیس نعمانی کا مجموعہ نعت "چراغ نوا" نظر سے گزرا۔ دونوں کے مطالعے سے طبیعت بوجھل ہوگئی۔ اس لیے کہ جناب نعمانی صاحب نے نعتیہ ادب کے حوالے سے ہونے والے کاموں پر سخت بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ اور نعتیہ ادب پر اب تک جو بھی تحقیقی، تخلیقی یا تنقیدی کام ہوئے اُن سب کو غیر معتبر اور غیر معیاری ٹھہرایا۔ چنانچہ

ڈاکٹر نعمانی صاحب اپنے درد و کرب کا اظہار بایں طور فرماتے ہیں۔

"الفاظ کا کوئی سانچا موجود نہیں ہے جس میں اپنے اس ذہنی کرب کو ڈھال سکوں جو میرے مطالعات کی طویل مدت میں میرے احساس و ادراک کے لیے ایک نشتر بنا رہا اور اب بھی بنا ہوا ہے۔ گزشتہ تیس سال کے عرصے میں نعتیہ شاعری کے چھوٹے بڑے بے شمار مجموعے نظر سے گزرے لیکن ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اسلامیات کے ایک سچے غیر جانب دار باہوش طالب علم کے ادراک و احساس کو مجروح نہ کرتا ہو ۱۱

رئیس نعمانی صاحب کے نقطۂ نظر سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب ان کی حیات میں نعتیہ شاعری پر ان کو کوئی معتبر مجموعۂ کلام میسر نہ ہو سکے گا اور ان کو اپنے ہی مجموعۂ کلام "چراغ نوا" پر صبر و اکتفا کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ جب ان کی زندگی کے ایک طول عرصے میں یعنی تیس سال میں ان کو نعت کا کوئی معتبر مجموعہ نہیں مل سکا تو آگے کیا امید کی جائے۔ جبکہ اربابِ علم و فضل اس صدی کو نعت کی صدی مانتے ہیں۔ جیسا کہ جناب عزیز احسن صاحب، جناب سجاد مرزا کے نعتیہ کلام "شوقِ نیاز" پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ عہد نعتِ رسول کا عہد ہے۔ ہر طرف مدحتِ آقا ﷺ کا غلغلہ ہے۔ اس لیے شعرا کو از خود تحریک ہوئی ہے کہ ان کا قلم بھی مدحِ سرکارِ دو عالم کرے۔ اس لیے اب وہ شعرا بھی جو الحاد پرستی پر نازاں تھے اپنے الحاد سے تائب ہو کر نعت نگاری کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ لیکن بعض شعرا کا کلام پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی نوائے عاشقانہ اثر بہار کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ان کے جذبے دروں کا تقاضہ اور ایمان کی حرارت کا داعیہ ہے۔" ۱۲

میرے اپنے خیال میں اگرچہ اس عہد میں بھی کچھ غیر معتبر نعتیہ اشعار نعت نگار شعرا کے قلم سے سرزد ہوئے ہیں، جس پر اہلِ نقد و نظر کی نظر ہے۔

بخشے گئے گناہ جو سب کے بروزِ حشر
یزداں کی بھول تھی کہ سخاوت رسول کی ۱۳

مگر اس کے باوجود کچھ ایسے بھی نعت گو شعرا ہیں کہ ان کے نعتیہ اشعار دل و دماغ کو مسحور کیے ہوئے ہیں اور زبان ان کی پذیرائی سے نہیں تھکتی۔ ملاحظہ ہو جناب احمد ندیم قاسمی کے دو شعر۔

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں کہ جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا ۱۴

آخر میں نعمانی صاحب کے صبر وشکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ ہی گیا اور حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی شاعری پر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"(الف) اپنے تمام تر تبحر علم، فضل و کمال اور قابلِ رشک معلومات کے باوصف موصوف کو زندگی بھر توحیدِ خالص کا شعور نصیب نہیں ہوا۔

(ب) خان صاحب نے خدا اور رسول کی محبت کو بھی تمام انسانوں کے معاشقات پر قیاس کر لیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز یہ نہ کہتے ۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا ۱۵

یہ جارحانہ تنقید نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اس سے ادب کا کتنا بڑا فائدہ ہوگا یا نعتیہ ادب کے ارتقائی فروغ میں کس قدر اضافہ ہوگا؟ اس کا اندازہ اربابِ علم وفضل اور ان لوگوں کو بھی اچھی طرح ہے جو لوگ خلوصِ نیت کے ساتھ اس صنفِ مقدس کے عروج وارتقا کے لیے شب و روز کوشاں ہیں۔

درحقیقت نعت کو جارحانہ تنقید کی نذر ہونے سے بچانے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر اس کو جارحانہ تنقید سے بچایا نہیں گیا تو آپ خود سوچیں کہ اس سے کیا حاصل ہوگا۔ جو بھی مباحثے یا گفتگو ہو دلائل و براہین کی روشنی میں ہو، اصول وضوابط کے آئینے میں ہو۔ آج بھی ہمارے پاس اللہ جل شانہٗ کا کلام قرآن پاک اور اس کے برگزیدہ رسول کے ارشادات ومعمولات کا مجموعہ "حدیث مبارکہ" کی شکل میں اپنی اصل ہیئت میں موجود ہے۔ اس بات سے قطعی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام اپنے اندر ہمہ گیریت کا جذبہ نہیں رکھتا۔ یہ آخری دم تک کسی بندۂ مومن کو کافر گرداننے سے گریز کرتا ہے۔ مگر اثباتِ کفر کے بعد پھر مومن کہنے کی گنجائش اس وقت تک نہیں رہتی جب تک کہ وہ کلمۂ طیبہ پڑھکر اپنے مومن ہونے کا ثبوت نہ دے۔ بالکل اسی طرح نعت گوشعرا کے وہ اشعار جو واضح طور پر خلاف شرع ہیں ان میں کسی طرح کی تاویل ممکن ہی نہیں۔ مگر وہ اشعار جو براہ راست خلاف شرع نہیں مگر ان پر جرح وتعدیل کے بعد یہی حکم لگایا جاتا ہے کہ اس طرح کی بات کہنے سے آدمی کو اجتناب کرنا چاہیے۔ اس کی توضیح وتشریح کے لیے ملاحظہ ہو "فتاویٰ رضویہ" سے ایک اقتباس۔

مسئلہ ...... از رام پور مرسلہ معشوق علی صاحب ۱۷ رجمادی الاول ۷ ۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خوان مجلسِ میلاد میں اس نظم کو پڑھتے ہیں

اٹھا کریم کا پردہ سب الا اللہ کہتے ہیں
احمد میں میم کو ضم کر کے صلی اللہ کہتے ہیں

ظہور ہو کر کے دنیا میں یہ فرمایا کہ بندہ ہوں
تو سب ناسوت میں حضرت رسول اللہ کہتے ہیں

ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے
وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں

جو پہنچا مرتبہ جبروت میں مسجود عالی کا
تو اس جسم مطہر کو وہ نور اللہ کہتے ہیں

الست مرتبہ لاھوت سمجھو ذات احمد کا
سب اس مرتبے میں آنحضرت کو عین اللہ کہتے ہیں

خدا فرمائے گا محشر میں بخشا لو تم اب احمد
گنہ گارانِ اُمت کو شفیع اللہ کہتے ہیں

نزول از تا عروج حضرت کا لکھا ہے حقیقت سے
خدا پہچان لو سب حسن اللہ کہتے ہیں

الجواب :- ان اشعار کا پڑھنا حرام، سخت حرام ہے۔ ان میں بعض کلمۂ کفریہ ہیں اگرچہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے فجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع. ہاں بعض جیسے شعر چہارم وششم ایہام کفر سے خالی ہیں۔ پھر ششم میں مصرع دوم ''گنہ گارانِ اُمت'' کو حضرت عزت کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔ اور چہارم میں مسجود کا لفظ مناسب نہیں۔ ہاں شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

''ہزار وہ عاشق برآستانہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدات می کنند۔ وایں مرتبہ ہیچ کس راندادہ اند مگر بہ طفیل ایں محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برخے اولیائے امت راشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ ومسجود خلائق ومحبوب والہانہ گشتہ مثل حضرت غوث اعظم و سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔.......۱۶

آپ نے دیکھا کس طرح حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ بالا اشعار پر جرح وتعدیل فرمائی اور ایک ایک شعر اور لفظ کا حکم بیان فرمادیا۔ صاف ستھری تنقید اسی کو کہتے

ہیں۔ اور مَیں نے جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کا محاورہ استعمال کیا ہے وہ اس جگہ بالکل اپنی صداقت کے ساتھ جلوہ فرما ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ہی سے ایک اقتباس اور ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ:- از جودھ پور مارواڑ مرسلہ قاضی محمد عبدالرحمٰن صاحب متخلص بہ طالب مدرس درجہ اوّل سردار اسکول ۱۸ار جمادی الآخر ۳۷ھ

حضرتم! السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

بتاریخ ۱۶ار مارچ سن رواں بروز یکشنبہ جودھپور میں مشاعرہ تھا مصرع طرح ھذا ع

شب عاشق سحر نہ ہوجائے

نمبر ۲ پر ایک نعتیہ غزل پڑھی گئی جس کا مطلع ہے۔

نعت خیر البشر نہ ہوجائے دل حقیقت نگر نہ ہوجائے

کیا حضور یہ مطلع نعت میں ٹھیک ہے؟ اس کا قائل کہتا ہے کہ آپ کے دیوان میں بھی اس قسم کا شعر ہے مگر وہ شعر دیوان میں دکھاتا نہیں۔ لہٰذا متکلف ہوں اس میں جو کچھ امر حق ہو جواب سے سرفراز فرمائیں؟

الجواب...... وعلیکم السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

یہ مطلع سخت باطل و ناجائز ہے کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے۔ اور نعت اقدس اعظم ﷺ فرائضِ ایمان سے ہے۔ اس سے ممانعت کس حد تک پہونچتی ہے اگر تاویل کی جگہ نہ ہوتی تو حکم بہت سخت تھا۔ فقیر کے دیوان میں اصلاً کوئی شعر اس مضمون کا نہیں ولہ الحمد وھو تعالیٰ اعلم۔ (۱۷)

نعتیہ ادب کی تنقید کے حوالے سے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی سیرت مبارکہ کا ایک اقتباس ایسا نظر سے گزرا جس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ نفس الامر میں اگر نعت گو اور نعت نگار شعرا اس کو اپنی زندگی کے معمولات میں شامل کرلیں تو یقیناً وہ کسی حد تک نعت مصطفیٰ ﷺ کی رقم طرازی میں ہونے والی لغزشوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

شیر بیشۂ اہل سنت کے برادر خورد حضرت مولانا محبوب علی خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا کوئی کلام ایسا نہیں جو صرف قال ہو بلکہ جو کچھ فرمایا ہے سراسر حال ہے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس کے دوسرے دیکھنے والے بھی بحمدہ تعالیٰ موجود ہیں۔ کہ ایک حافظ صاحب جو حضور پُر نور امام اہل سنت قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے تھے کچھ کلام بغرض اصلاح سنانے کے لیے حاضر ہوئے۔ اجازت عطا ہوئی۔ سنانا شروع کیا درمیان میں اس مضمون کے اشعار تھے کہ یا رسول اللّٰہ مَیں حضور کی محبت میں دن رات تڑپتا ہوں کھانا پینا، سونا سب موقوف ہوگیا ہے۔ کسی وقت مدینہ طیبہ کی یاد

دل سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حافظ صاحب! اگر جو کچھ آپ نے لکھا ہے یہ سب واقع ہے تو اس میں شک نہیں کہ آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت میں آپ فنا ہو چکے ہیں۔ اور اگر محض شاعرانہ مبالغہ ہے تو خیال فرمائیے جھوٹ اور کون سی سرکار میں؟ جنھیں دلوں کے ارادوں، خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے ماکان و مایکون کا کوئی ذرہ نہ چھپایا اور اس کے بعد اس قسم کے اشعار کٹوا دیے۔ ۱۸

کتابیات

۱۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۱ ادارہ اقلیم نعت کراچی ص ۲۸۴

۲۔ کلیات اقبال۔ اقبال اکادمی لاہور پاکستان ص ۵۴۸

۳۔ مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم شاہدرہ کالج۔ لاہور ص ۷۰۸

۴۔ مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم شاہدرہ کالج لاہور ص ۱۴۷

۵۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۰ ادارہ اقلیم نعت کراچی ص ۱۲۱

۶۔ نعتیہ ادب (عربی زبان میں) ڈاکٹر شریف احمد خاں۔ الہ آباد ص ۱۱

۷۔ اردو نعت اور جدید اسالیب عزیز احسن خاں کا مطبوعہ فضلی سنز کراچی ص ۹

۸۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری مطبوعہ لاہور ص ۱۱۰

۹۔ مجلہ فکر ونظر شمارہ جولائی تا ستمبر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ص ۶/۵

۱۰۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱۱ ادارہ اقلیم نعت کراچی ص ۴۰۵

۱۱۔ چراغ نوا ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی مطبوعہ علی گڑھ ص ۸/۷

۱۲۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۹ ادارہ اقلیم نعت کراچی ص ۱۹۸

۱۳۔ مجلہ رنعت رنگ شمارہ نمبر ۹ ادارہ اقلیم نعت کراچی ص ۱۹۷

۱۴۔ مجلہ نعت رنگ شمارہ نمبر ۹ ادارہ اقلیم نعت کراچی ص ۵۲

۱۵۔ ماہنامہ الفرقان شمارہ اگست ستمبر ۲۰۰۰ء مطبوعہ لکھنؤ ص ۶۰

۱۶۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضا اکیڈمی بمبئی ص ۲۰۷

۱۷۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم امام احمد رضا فاضل بریلوی رضا اکیڈمی بمبئی ص ۲۰۸

۱۸۔ معارف رضا شمارہ نمبر ۹ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ص ۱۷۸

□□□□□□□□

اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کی دینی و فکری جہات
......ایک مختصر جائزہ

از۔ ڈاکٹر غلام غوث قادری (ایم اے، پی ایچ ڈی) رانچی

انیسویں صدی کے نصف آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے شہر بریلی میں ایک عظیم منفرد، بے سہیم وعدیل ذات ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء میں ۱۸۵۷ء کے انقلاب سے ایک سال قبل پیدا فرمایا، جن کا نام محمد رکھا گیا۔ جد امجد حضرت مولانا محمد رضا علی خان قدس سرہٗ نے احمد رضا نام تجویز فرمایا، آگے چل کر آپ کے ہم عصر اجلہ علما کرام و مشائخ عظام نے آپ کی عبقریت سے متاثر ہو کر متعدد عظیم المراتب القاب کا اضافہ فرمایا۔ ان میں "اعلیٰ حضرت" اور "امام" کو زیادہ شہرت ملی۔ چنانچہ آج دنیا آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

دنیائے اسلام کی اس عظیم شخصیت نے ملت اسلامیہ کے تحفظ و بقا کی خاطر تن، من، دھن کی بازی لگادی۔ اپنی عزت و آبرو کو عظمتِ اسلام و وقار مصطفیٰ ﷺ پر قربان کردیا۔ جس کی عظیم کارکردگی کا اعتراف ہم عصر علما عرب و عجم، ہند و سندھ نے کیا۔ یہی عظیم المرتبت ذات تجدید و احیا دین کی خدمت کو انجام دینے کے بعد ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئی۔

اس مختصر سی حیات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نے دینی، علمی اور سیاسی خدمات کی ایک عدیم المثال یادگار قائم کی ہے، جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

محققین نے تقریباً سو سے زاید علوم و فنون میں آپ کی مہارت کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی شخصیت ہمہ گیر ہے جس فن اور موضوع پر قلم اٹھایا اپنی انفرادیت کا سکہ ثبت فرمایا۔ ایک ہزار سے زاید اپنی گراں قدر تصنیفات کے ذریعہ دین کی بڑی خدمت فرمائی۔ آپ نے اپنی پوری حیات اسلامی عقاید، ناموسِ رسالت اور شریعت کی پاسبانی میں گزاری۔ آپ اسلام کی عزت و حرمت کے مقابل کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ آپ پوری زندگی اسلامی عقاید و احکام کو ہر آمیزش اور ملاوٹ سے محفوظ رکھنے میں کوشاں رہے اور شرعی احکام میں اپنی طرف سے بے جا نرمی و گرمی کو نہیں آنے دیا۔ کسی مصلحت دنیوی کو دینی مصالح سے خلط ملط نہ ہونے دینا اپنا فرضِ اوّلین سمجھتے رہے۔ نہ صرف یہ کہ لوگوں کو شرعی احکام کی پابندی کا حکم دیا بلکہ پوری زندگی آپ بھی زہد و تقویٰ اور حزم و احتیاط کے پیکر بنے رہے اور جب بھی معاندین اسلام نے اسلامی عقاید و دینی معمولات کو غلط رخ دینے کی کوشش کی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صحیح سمت پر ہی کاروان اسلام کو گامزن رکھا جیسا کہ آپ کی تصنیفات شاہد عدل ہیں ...... آپ نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ اسلامی

عقاید، دینی معمولات اور پورے اسلامی نظام کو مسلمانانِ عالم کے سامنے پیش کیا۔

آپ نے عقاید و ایمان کے تعلق سے توحید، رسالت، انبیا، ملائکہ، کتبِ الٰہیہ، اصحاب و عترت اور اولیا کے بارے میں اسلامی عقاید کی وضاحت کے لیے، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، الفرق الوجیز بین النبی العزیز، تمہید الایمان بآیات القرآن، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء، سبحٰن السبوح، السماع الاربعین، اعتقاد الاحباب، حیاۃ المواۃ، المبین ختم النبیین، انوار الانتباہ، التجیر بباب التدبیر، برکات الامداد، الھدایۃ المبارکہ، مطلع القمرین، النھی اکید، تجلی الیقین، الوفاق المتین وغیرہ تصانیف کو پیش فرمایا۔

ان کتابوں سے چند اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں:-

عقیدۂ توحید: - اللہ عزوجل زمان و مکان و جہت سے پاک ہے۔ اس کا دیدار بے جہت بے محاذات حق ہے۔ وہ واجب الوجود ابدی ہے۔ اللہ عزوجل کا علمِ غیب اور تمام صفاتِ ذاتیہ ازلی و ابدی، لازم ذاتِ الٰہی ہیں، اللہ عزوجل پر کذب و ہر عیب محال بالذات ہے۔ قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی، ابدی اور غیر مخلوق ہے۔ اللہ عزوجل بندوں کے تمام افعال و اعمال کا خالق ہے۔ اللہ کسی کو بغیر گناہ، عذاب نہیں فرماتا۔ حیات، قدرت، علم، کلام، سمع، بصر، ارادہ، صفاتِ ذاتیہ سے وہ ازل ہی سے متصف ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے بہت نام ہیں جس کی خبر اس نے اپنے کلامِ پاک میں دی ہے۔ جس اسم کے معنی میں تنقیصِ شانِ الوہیت ہو اس کا ذاتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ پر بولنا کلمۂ کفر ہے۔ وحدۃ الوجود حسب تقریر محققین حق ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے بارے میں عقیدہ و ایمان: - اسلام و ایمان کا رکن اعظم جس کے بغیر کسی حالت میں بندہ مومن یا مسلم نہیں ہوسکتا۔ حضور ﷺ کے تمام کمالات کی تصدیق و اقرار لسانی ضروری ہے۔ اور آپ کی تعظیم سے ہر حالت میں متصف رہنا تمام اعمال و عبادات کی قبولیت کا اصل الاصول ہے۔ آپ تمام انبیا کرام سے افضل اور سب کے سردار ہیں۔ آپ خاتم انبیا ہیں، نہ تو آپ کے زمانۂ اقدس میں نہ ہی آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے، یہ ماننا دینی ضروریات سے ہے۔ حضور ﷺ کا علمِ اقدس تمام مخلوقات کے علوم سے زیادہ تر ہے۔ آپ دنیاوی و جسمانی حیثیت سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی شفاعت حق ہے اور وہ اہل کبائر کے لیے بھی ہے۔ اگرچہ عمر بھر ان کے عادی رہے ہوں ...... حضور اقدس ﷺ کو جو بعض علم ان کے رب کریم جل شانہٗ نے عطا فرمایا انبیا و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام و جملہ اولین و آخرین کے جمیع علوم کا مجموعہ اور لوحِ محفوظ میں قلمِ قدرت کا لکھا ہوا سارا عالم ماکان و ما یکون اس کا جزو ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے خلق فرمایا اور نورِ محمدی سے سارے عالم کو۔ آپ کی محبت شرطِ ایمان ہے، آپ معصوم عن الخطا ہیں، آپ کو معراج

جسمانی ہوئی، آپ کے معجزات حق ہیں، نماز بے خیالِ تعظیم حضور ﷺ تمام نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کو خدا کہنا کفر ہے۔ البتہ جس قدر بھی ادب و احترام کرے، ذکر کرے، محبت کرے خوب ہے اور ایمان کی علامت ہے۔

دیگر ضروری عقاید: - انبیا و ملائکہ اور تمام ایمانیات کو ماننا جزو ایمان ہے۔ ان میں سے کسی ایک جز کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔ تمام انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقی دنیاوی و جسمانی حیثیت سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ عظمت الٰہی کے بعد انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ کی عظمت ہے۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے اذن دیا ہے کہ تمام آسمان و زمین کی بادشاہی میں تصرف فرمائیں۔ انبیا و اولیا علیہم الصلوٰۃ و رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا واسطۂ فیض الٰہی جان کر اُن سے استمداد و استعانت اور وقتِ حاجت بہ نیت توسّل انھیں ندا کرنا یارسول اللہ، یاعلی، یاحسین، یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کہنا جائز و روا ہے...... جو کسی غیر نبی کو انبیا کا ہم پلّہ یا ہم استاذ اور من وجہ انھیں تقلیدِ انبیا سے آزاد کہے بد دین، ضال، گمراہ ہے اس پر کفر لازم ہے۔ کرامتِ اولیا کرام حق ہے اور انھیں میں سے ان کا کشف اور اس کے ذریعہ سے انھیں علومِ غیب عطا ہونا جو بامداد نبی ﷺ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خلافت و ولایت: - حضور ﷺ کے خلفا میں حضرت ابوبکر صدیق ہیں آپ کے بعد حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذی النورین، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہ ترتیب خلافت افضل ہے۔

عشرہ مبشرہ، خاتونِ جنت، ام المومنین حضرت خدیجہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن، حضرت امام حسن و امام حسین و اصحاب بدر و بیعت رضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم، طاہر قطعی، جنتی بلکہ گنہگارانِ اُمت کے تکیہ گاہ ہیں۔ تمام صحابہ کرام خصوصاً اہلِ بدر و اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نجومِ ہدایت ہیں ان سب کی تعظیم و توقیر امت پر فرض ہے یہ سب اولیا اُمت کے سردار ہیں۔

ان کے علاوہ تقدیر پر ایمان، موت کے بعد زندگی، قرآن مقدس کے علاوہ زُبور، توریت، انجیل اور دوسری کتب الٰہی و صحفِ سماوی پر ایمان رکھنا ضروری بتایا۔ نیز سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ نے اذان میں نامِ حضور اقدس سُن کر انگوٹھے چومنے، عرس، فاتحہ، نذر و نیاز اور میلاد شریف کی مجلس کا انعقاد وغیرہ جائز و مندوب بتایا۔ جمعہ میں اذانِ خطبہ خارج مسجد ثابت فرمایا اور تکبیر جو فرض نمازوں سے قبل کہی جاتی ہے سامعین کو بیٹھ کر سننا اور حی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا سنت فرمایا۔ ان امور کے لیے آپ نے حسب ذیل کتب و رسائل تصنیف فرمائیں:-

تقدیر پر ایمان کی بابت = الجمیر بباب التدبیر

موت کے بعد زندگی کی بابت = الوفاق المتین، حیات الموات

اذان میں نامِ اقدس پر انگوٹھے چومنے کی بابت = منیر العین فی تقبیل الابہامین
میلاد پاک کی مجلس کے انعقاد کی بابت = الجبۃ الفاتحہ، وغیرہ وغیرہ۔

عبادات و اسلامی اعمال: -آپ نے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جو فرض ہیں ان میں سے ہر ایک پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اسلام میں نماز کی اہمیت کے پیش نظر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات و تالیفات اور فتاوے جو نماز کی ترغیب و اشاعت سے متعلق ہیں، بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں:-

نماز: -نماز فرض اعظم ہے اس کا انکار کفر ہے اور ترک اشد گناہ۔ ...... نماز کے تعلق سے غسل، وضو، تیمم، فرض نمازوں، نمازِ تراویح، نمازِ جنازہ، مختلف نفلی نمازوں، مسجد کے آداب و احترام، جماعت ثانیہ، نماز جمعہ، سمت قبلہ اذان، نمازِ عیدین وغیرہ پر فتاویٰ رضویہ حصہ اوّل تا چہارم کے کچھ صفحات کو ملا کر کئی ہزار صفحات پر مشتمل تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

پانی کے متعدد اقسام بیان کیے ہیں۔ پانی کی کیفیت، رنگ و مزہ، کیمیائی تبدیلی، حوض، پتھر، مٹی، زُمرد، چونا وغیرہ کے سلسلے میں تیمم کے باب میں بحث کی ہے۔ نماز کے طریقے، نماز کے مکروہات، مسافرت کی نماز، سجدۂ تلاوت، سجدۂ سہو۔ غرض کہ ایک ایک زاویہ ایک ایک جُز پر بحث کر کے تنقیح و تحقیق کا حق ادا کیا ہے ...... آپ نے پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں بیان کی ہیں۔ ۲۱۲ طرح کے پانی سے وضو کا جواز اور پانی کے ۱۱۳/اقسام سے عدم جواز، اسی طرح تیمم میں ۱۸۱ اقسام کی مٹی سے تیمم جائز اور ۱۳۰ اقسام سے تیمم ناجائز ثابت فرمایا ہے۔

روزہ: -نماز کی طرح روزہ بھی فرض ہے اس کی فرضیت ماہِ رمضان میں پورے مہینے کے روزے ہیں، روزے کی فرضیت کا انکار کفر ہے اور ترک اشد گناہ۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں روزے کے تمام مسائل مثلاً کس عمر میں روزہ فرض ہے، مسافرت میں اگر روزے کی ادائیگی نہ ہو سکے تو سال پورا ہونے سے قبل قضا روزے کی ادائیگی، سحر و افطار کے اوقات، روزہ کے مکروہات و مفسدات، قضا و کفارہ وفدیہ نیز چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور عیدین کی نماز پر مفصل بحث کی ہے۔ چاند کے مسئلہ میں ٹیلی گرام، ٹیلی فون، ریڈیو وغیرہ کی خبروں کو نامعتبر بتایا ہے۔

زکوٰۃ: -صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت نے زکوٰۃ کے مسائل پر فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ زکوٰۃ و صدقات سے متعلق آپ نے کئی رسائل تحریر فرمائے ہیں مثلاً "الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" "تجلی المشکوٰۃ" "صدقات کے فوائد" وغیرہ۔

حج: -حج بھی فرض ہے اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ جس طرح زکوٰۃ مالکِ نصاب پر فرض ہے اسی

طرح صاحب استطاعت پر حج بھی فرض ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں شامل رسالہ ''انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارت'' میں از اوّل تا آخر حج وزیارت کے مسائل کو بیان فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے فرائض عبادات کے علاوہ مسلمانوں کے عائلی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، تعلیم وتربیت، تجارت، خرید وفروخت، حصص، صلح، معاہدہ، مضاربت، امانت، اجارہ، خضاب، داڑھی، لباس، بیماری، تعزیت، عیادت، وصیت غرضیکہ دین و دنیا کے جتنے بھی امور ہیں سب پر لکھا ہے اور فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں کے علاوہ دیگر رسائل بھی ان امور میں تصنیف کیے ہیں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نے دینی و دنیوی معاملات میں غلط کاریوں اور بدعات ومنکرات کا بھی ردّ فرمایا ہے اور دیگر شعبۂ حیات انسانی پر افکار پیش فرمائے ہیں۔

بدعات و منکرات کا ردّ:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ پر ان کے مخالفین طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں کہ انھوں نے بدعات ومنکرات کو فروغ دیا حالانکہ ان کی حیات و نگارشات کے مطالعہ سے معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ ہر قسم کی بدعات و منکرات مثلاً جھوٹے نام نہاد تصوف، طریقت کو شریعت پر ترجیح دینے، عورتوں کی مزاراتِ اولیا کرام و دیگر قبورِ مسلمین پر حاضری اور عورتوں کی مجاوری، پیشہ وارانہ مقرری، پیشہ وارانہ قرآن خوانی، لہو ولعب، میلہ ٹھیلہ، تماشا بینی، بدمذہبوں سے میل جول اور ان کی تقریبات میں شرکت، مروّجہ قوالی، مروّجہ تعزیہ داری، سجدۂ تعظیمی، محرم کے غلط رسول، مزامیر، قبرستان کی بے حرمتی، فرضی قبور کی تعمیر، طوافِ قبور، جھوٹی و باطل روایات و توہمات، تبرکات کے غلط انتساب، میت پر گریہ وزاری، دعوت میت، شادی بیاہ کے غلط رسوم، حدِ شرع سے زاید بال بڑھانے، امام ضامن، آخری چہار شنبہ وغیرہ کی شدید مخالفت کرتے ہوئے بے شمار کتب و رسائل لکھے۔ شریعت وطریقت اور غیر اسلامی تصوف کے تعلق سے سیدنا اعلیٰ حضرت رقمطراز ہیں:-

''شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط و مدار ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا.......... طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے، شریعت منبع اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔''

عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا و مجاوری کرنا، نامحرم پیر کے سامنے بے پردہ ہونا، ان کے امور کے تعلق سے آپ رقمطراز ہیں:-

''پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔''

''عورتوں کو مزاراتِ اولیاء و مقابرِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے......''

''اولیاء کرام کے مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے۔''

''عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بد ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ تنہائی بھی ہوگی۔

پیشہ وارانہ مقررین و قرآن خوانی کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:

''غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔ عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو۔ اپنی ضروریات کو کتابوں سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کرے یا نہیں اگر وہ وعظ اللہ عزوجل کے لیے ہے اور طلب مال یا اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اس کا وعظ مطابق شرع ہے تو بہتر ہے۔''

''ثواب رسانی کے لیے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا دینا دونوں ناجائز۔''

لہو و لعب، میلہ، تماشہ وغیرہ میں جانے اور بدمذہبوں سے میل جول وغیرہ کو ناجائز ثابت کیا ہے۔

سجدۂ تعظیمی کے تعلق سے رقمطراز ہیں:-

''مسلمان! اے مسلمان!! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان!!! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔

مرّوجہ تعزیہ اور محرم کے غلط رسوم، ڈھول، تاشہ، باجہ، عشرۂ محرم میں سوگ منانا، جھاڑو نہ دینا، روٹی نہ پکانا، دس دنوں تک کپڑے نہ اتارنا، ماہ محرم میں شادی نہ کرنا وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔

مزامیر کے ساتھ قوالی سننے یا اس طرح کی قوالی کے ساتھ عرس منانے والوں کو سخت تنبیہ کی ہے۔

قبرستان کی بے حرمتی اور فرضی قبر بنانے کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:-

''قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے۔ ہاں قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں اس میں چلنا جائز ہے۔''

قبر پر نماز پڑھنے، قبر کی طرف نماز پڑھنے، قبر مسلم پر قدم رکھنے، قبروں پر مسجد بنانے، کھیتی وغیرہ کرنے کو حرام کہا۔ فرضی قبر بنانے، اس کی زیارت کرانے وغیرہ کے سلسلے میں آپ رقم طراز ہیں:-

''قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جبکہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کررہا ہے تو فاسق معلن ہے۔''

قبر کے طواف و بوسہ کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:-

''بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں

حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔"

اوہام باطلہ اور جھوٹی روایات کے متعلق:- آج کل جہلا کسی درخت پر شہید مرد کے رہنے، کسی طاق پر شہید مرد کے ہونے وغیرہ کو لے کر وہاں فاتحہ خوانی، شیرینی اور ہار پھول چڑھانے کا جو عقیدہ رکھتے ہیں اور اس طرح کے توہمات اور اوہام باطلہ کو پھیلاتے ہیں۔ اسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نے سراسر واہیات، خرافات، جاہلانہ حماقات و بطالات لکھا ہے اور ان کے ازالہ کو لازم قرار دیا۔

محرم، معراج مقدس وغیرہ کی بہت سی جھوٹی روایات وغیرہ کی تردید فرمائی۔ شادی میں گانے بجانے، فحش گالیوں سے بھرے گیت، بے حیائی فحاشی میں شرکت ممنوع قرار دیا...... جو لوگ بال بڑھا کر خود کو صوفی اور اللہ والا ظاہر کرتے ہیں اور عورتوں کی طرح چوٹی وغیرہ باندھتے ہیں انھیں غیر شرعی قرار دیا۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے بدعات و منکرات کی تردید فرما کر نہ صرف یہ کہ عقیدہ کی درستگی فرمائی بلکہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل دی اور مسلمانوں کو صالح مسلم بننے اور بنے رہنے کا سلیقہ سکھایا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا عہد مسلمانوں کے لیے بڑا ہی مشکل اور سخت عہد تھا، طرح طرح کے مذہبی افکار و نظریات جنم لے رہے تھے۔ مختلف سیاسی، معاشی، تعلیمی اور تہذیبی افکار و نظریات ابھر کر مسلمانوں کے عقاید و ایمان اور ان کے سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی، تہذیبی اور اخلاقی اقدار کو پامال کرنے میں لگے تھے۔ ان سب کے علاوہ علوم و فنون بالخصوص سائنسی اور فلسفیانہ افکار و نظریات کی شکل میں بھی اسلام اور مسلمانوں ہی پر حملے ہو رہے تھے۔ ادھر اعلیٰ حضرت کسی طور، کسی بھی زاویہ اور جہت سے غافل نہ تھے۔ آپ نے ہر باطل عقیدہ و نظریہ اور فکر و اصول کا ردّ فرمایا۔ فساد برپا کرنے والوں کا تعاقب کیا اور وہ لوگ جو الوہیت اور رسالت کی تقدیس کو پامال کرتے ہوئے اسلام کا اصلی چہرہ مسخ کرنے میں لگے تھے آپ نے ان کی شرعی گرفت فرمائی۔ عرب و عجم کے علما کرام و مفتیان عظام بالخصوص حرمین شریفین کے علما و مشائخ سے ان صاحبان کے متعلق فتوے حاصل کیے اور اسے "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین" کے نام سے شائع بھی کیا۔ آپ نے یہ کارنامہ اپنے دوسرے حج و زیارت کے موقع پر ۱۹۰۵ء میں انجام دیا۔ اسی حج و زیارت کے موقع پر آپ نے حضور عالم ماکان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے اثبات میں مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران فصیح عربی میں بغیر کسی کتاب کی مدد سے خداداد صلاحیت، اپنی تبحر علمی اور ایمانی قوت کے سہارے صرف آٹھ گھنٹے میں ایک ضخیم کتاب بنام "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" تصنیف کی جس کا اردو ترجمہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قدس سرہٗ نے کیا۔ اس کی ضخامت ۵۴۳ صفحات ہیں۔ اس پر علماء حرمین شریفین نے تقریظات لکھیں۔ مکہ معظمہ میں ہی قیام کے

زمانے میں امام مسجد الحرام مولانا عبداللہ میرداد اور ان کے استاذ مولانا حامد محمود جداوی نے کرنسی نوٹ کے متعلق ایک استفتا سیدنا اعلیٰ حضرت کے سامنے پیش فرمایا۔ اس وقت وہاں نوٹ ایک نئی چیز تھی اور فقہا کرام اس سے متعلق احکام کے بارے میں حیران و پریشان تھے۔ آپ نے اس کے جواب میں محض ڈیڑھ دن سے کم مدت میں عربی میں رسالہ ''کفل الفقیہ الفاہم فی الاحکام قرطاس الدراہم'' تحریر فرمایا۔ جب یہ رسالہ علما حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی نقلیں لیں۔ اس کا بھی اردو ترجمہ ہو چکا ہے جو ۱۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

آپ کے ایسے ہی نادر و نایاب کارنامے کو دیکھ کر حرمین شریفین اور دیگر بلادِ اسلامیہ کے علما کرام نے آپ کو مجددِ عصر تسلیم کیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے الوہیت و رسالت کے اسلامی تصور کے ساتھ ساتھ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی محبت و عظمت کا سکہ مسلمانوں کے قلوب میں جمایا، روحوں کو تازگی بخشی۔ ہر اس باطل عقیدہ اور تحریک کا سختی سے تعاقب کیا جنھوں نے مسلمانوں کے سینے سے عشق و عظمتِ مصطفیٰ ﷺ نکالنے کی سازش کی۔ ویسی ایک ایک باطل تحریک اور گمراہ جماعت کی تردید میں اپنی تصانیف کے ڈھیر لگا دیے۔

رفض و تفضلیت: - رفض تو شروع ہی سے اسلام یعنی سوادِ اعظم اہل سنت سے کٹ چکا تھا اسی کے زیر سایہ تفضیلیت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا بازی زور پکڑی۔ ان کی تردید میں سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے جو کتب و رسائل تصنیف فرمائے، چند مندرجہ ذیل ہیں:-

روافض کے رد میں ...... ''ردّ الرفضہ'' اور مفضلہ و مفسقان امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ردّ میں ...... ''البشریٰ العاجلہ من تحف آجلہ'' اور دوسری کتابیں شیخین کریمین یعنی حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل میں حسب ذیل تصنیف فرمائیں:-

''غایۃ التحقیق، اعتقاد الاحباب فی الجمیل المصطفیٰ والآل والاصحاب، مطلع القمرین فی ابانۃ سبقتہ العمرین وغیرہ۔

وھابیت و دیوبندیت: - جن عقاید کو محمد ابن عبدالوہاب نجدی نے جنم دیا وہ وہابیت کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی کو ہندوستان میں سید احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی نے پروان چڑھایا۔ تقریباً دو سو سال قبل اسماعیل دہلوی کی تصنیف ''تقویۃ الایمان'' کی اشاعت کے بعد ملتِ اسلامیہ میں انتشار و افتراق پیدا ہوا جو بڑھتا چلا گیا۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے ذریعہ سے عظمت مصطفیٰ ﷺ پر انگشت نمائی کے ساتھ ساتھ معمولاتِ اہل سنت پر بھی بے جا تنقید کی۔ ان کے بعد وہابیہ تحریک کی باگ ڈور محمد قاسم نانوتوی دیوبندی مصنف تحذیر الناس، رشید احمد گنگوہی دیوبندی مصنف فتاویٰ رشیدیہ، خلیل احمد انبیٹھوی

دیوبندی مصنف براہین قاطعہ اور اشرفعلی تھانوی دیوبندی مصنف حفظ الایمان وغیرہ کے ہاتھوں میں آئی۔
ان دیوبندی صاحبان نے بھی اپنے پیشوا اسماعیل دہلوی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی اپنی کتابوں میں باطل عقاید ونظریات کو آشکارا کیا۔

اہل حدیث (غیر مقلد):- غیر مقلد بھی وہابیت کی پیداوار ہے۔ وہابیت، دیوبندیت اور غیر مقلدیت سب کے عقاید ونظریات قدرے مشترک ہیں۔ غیر مقلدین نے تقلید ائمہ کرام کے خلاف آواز بلند کی اور از خود اجتہاد کا دعویٰ کیا۔ اس باطل تحریک کا آغاز ۱۲۴۳ھ میں ہوا۔ ان کے اکابر میں اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہ ہیں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے وہابیت، دیوبندیت اور غیر مقلدیت کے ردّ میں بہت ساری کتابیں تصنیف کیں، چند مندرجہ ذیل ہیں۔ اقامۃ القیامہ، منیر العین، انوار الانتباہ، الدولۃ المکیہ، تمہید الایمان، مبین الھدیٰ، المعتمد المستند، سلطنت مصطفےٰ، ہدی الحیران، الامن والعلی، النہی الاکید، برکات الامداد، پردہ در امرتسری وغیرہ۔

قادیانیت : مرزا غلام احمد قادیانی نے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی خاتمیتِ نبوی کی عبارت سے فائدہ اُٹھا کر اپنی نبوت کا ۱۸۸۲ء میں اعلان کر دیا۔ اسی کے پیرو کو قادیانی، مرزائی یا احمدی کہتے ہیں۔ مرزا نے خود کو ظلی نبی، بروزی نبی، مسیح موعود وغیرہ کہا اور ایک نیا دھرم نکالا۔ قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بزرگانِ دین کی توہین کی ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ نے قادیانی کے ردّ میں بھی کتب ورسائل تصنیف کیے۔
قہر الدیان، الصارم الربانی، السوء والعقاب، جزاء اللہ عدوہ باباہ، ختم النبوۃ، المبین ختم النبیین وغیرہ۔

نیچریت:- ہندوستان میں نیچریت کی بنیاد سرسید احمد خان نے ڈالی۔ سرسید احمد خان کی تصانیف میں نیچریت کا رنگ غالب ہے۔ آپ دنیوی معاملات میں اچھی صلاحیتوں کے حامل تھے اور بہت حد تک اسے بروئے کار لانے میں کامیاب بھی ہوئے مگر بے جا طور پر شریعت میں دخیل ہو کر غیر ضروری، غیر اسلامی اجتہاد کی وجہ سے مسلمانوں کو دین وشریعت سے بیگانہ کرنے کی کوشش نے انھیں دین سے دور کر دیا۔ وہ اسلام کے ہر عقیدے اور قانون کو عقل یعنی نیچر سے تولنے کے قائل تھے، یہاں تک کہ انھوں نے اسلام کے کلیدی عقاید، حقائق سے محض اس لیے انکار کر دیا کہ ان کی عقل انھیں تسلیم نہیں کرتی تھی۔ قرآن و احادیث میں تحریف سے کام لیا۔ ان کے متبعین میں ابوالکلام آزاد، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی وغیرہ مشہور ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ نے اُن کا بھی ردّ کیا اور اُن کے عقاید ونظریات کے تناظر میں اسلامی نظریات کی وضاحت کے ساتھ کتابیں لکھیں۔

سیاست: -سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ نے نہ صرف یہ کہ دینی جہات سے تجدیدی کارنامہ انجام دیا بلکہ سیاست، معاشرت، معیشت، تعلیم وتہذیب وغیرہ جہات پر بھی تجدید ملت کا کام انجام دیا۔آپ کی سیاسی خدمات پر مورخین نے بھی لکھا ہے۔

آپ کا سیاسی موقف نہایت ہی صاف ستھرا تھا۔ سیاسی بازیگروں کے دامِ فریب میں آ کر کبھی بھی شریعت وسُنّیت کو سیاست سے مجروح نہیں ہونے دیا۔ مشرکین ہند کی تحریک پر گائے کی قربانی کے جواز و عدم جواز کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں ہندوستانی سیاست کے پس منظر میں بے باک جواب ارشاد فرمایا ''ہندوستانی ہندوؤں کی بیجا ہٹ بجا رکھنے کے لیے گائے کی قربانی کو یک قلم ختم کردینا ہرگز جائز نہیں۔'' جبکہ اسی سوال کے جواب میں دوسرے حضرات مشرکین کے فریب کے شکار ہوئے مگر فتح آپ کو حاصل ہوئی۔ آج بھی ہندی مسلمان اپنے مذہبی شعائر کو قائم رکھتے ہوئے گائے کی قربانی کرتے ہیں......

یوں ہی بعض علماء ہند جنھوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا اُن کی پروا کیے بغیر آپ نے ہندوستان کو ائمہ کرام کے مذہب کے مطابق ''اعلام الاعلام بان ہندوستان دارلاسلام'' لکھ کر دار الاسلام قرار دیا۔ یہ کارنامہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء کا ہے۔ ایک عرصہ بعد تحریک آزادیٔ ہند کے زمانے میں بعض علماء ہند نے ہندوستان کو پھر دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا تو آپ نے سخت قلمی احتجاج کیا۔ اس سلسلے میں آپ کا خیال تھا کہ جس طرح ہندی مشرکین نے مسلمانوں میں ترک گاؤ کشی کا شوشہ چھوڑا تھا اسی طرح انھوں نے چال بازی سے ترکِ وطن پر اُکسایا۔ کیونکہ ان دونوں تحریکوں سے ہندی مشرکین کو فائدہ اور مسلمانوں کو نقصان تھا۔ آپ نے ہجرت کو مسلمانوں کی معیشت وسیاست دونوں کے لیے نقصان دہ بتایا اور بعد کے تاریخی مشاہدات نے ان کی اس فکر کو سچ ثابت کردکھایا۔

تحریکِ خلافت بھی اپنے دور کا حساس اور پیچیدہ مسئلہ تھا۔ اس سلسلے میں بھی سیدنا اعلیٰ حضرت نے مسلمانانِ ہند کی کامل رہنمائی کی۔ تحریک خلافت کا آغاز ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ برطانیہ اور اس کے حامیوں کے ذریعہ سلطان عبدالحمید کی ترکی سلطنت کو خطرہ لاحق تھا۔ اس کے پیش نظر تحریک خلافت گاندھی جی اور دیگر مشرکینِ ہند کی سربراہی میں شروع ہوئی۔ محققین کے مطابق بظاہر یہ تحریک مسلمان سلطان وسلطنت کی حفاظت میں تھی مگر اس کا مقصد خالص سیاسی تھا۔ گاندھی اور دیگر مشرکینِ ہند کی شرکت اس بات کی غماز ہے۔

اس تحریک کو مضبوط کرنے کے لیے بعض علما نے یہ حربہ استعمال کیا کہ سلطان ترکی کو خلیفہ اور ترکی سلطنت کو خلافت ترکیہ کہا جبکہ اسلام میں خلیفہ' سلطان اور خلافت وسلطنت میں بہت بڑا فرق ہے۔ خلیفہ اور خلافت کی حفاظت فرض ہے اور سلطان وسلطنت کی حفاظت واعانت حسب استطاعت واجب ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے اسلامی سیاست کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندی مسلمانوں کی رہنمائی کی اور سلطان

عبدالحمید کو سلطان ترکی بتایا، خلیفہ ماننے سے انکار کیا۔ ہاں اس کی اعانت حسب استطاعت واجب بتایا۔ اس ضمن میں آپ نے "دوام العیش فی الائمۃ من قریش" رقم فرمائی۔

بعد میں یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ خود ترکی کے مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان عبدالحمید کو معزول کرکے ملک بدر کردیا جس سے ثابت ہوگیا کہ ترکی سلطان ہی مانتے تھے نہ خلیفہ۔

اسی طرح المحجۃ المؤتمنہ لکھ کر یہ بتایا کہ مسلمانوں کے لیے مشرکین ہند سے اتحاد نقصان دہ ہے۔ بعد میں اس کے نتائج نے آپ کی اس سیاسی بصیرت کو مفید ثابت کیا۔ الغرض آپ نے اپنی فراستِ مومنانہ سے مسلمانوں کی ہر گام رہنمائی فرمائی۔

تعلیمی افکار و نظریات:- سیدنا اعلیٰ حضرت ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ محقق و مصنف بھی تھے اور عظیم مفکر و مدبر بھی۔ آپ کی تصانیف میں مذہبی عقاید و نظریات کے علاوہ معاشی، سیاسی اور سائنسی نظریات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں جس سے آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔

آپ کی حیات و نگارشات کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ جدید علوم وفنون مثلاً سائنس و جغرافیہ، ریاضی، عمرانیات، معاشیات، علم تجارت وغیرہ کے مخالف نہیں تھے بلکہ سو سے زیادہ علوم وفنون میں ہزار سے زاید جو آپ کی تصانیف ہیں ان میں متذکرہ بالا جملہ علوم وفنون شامل ہیں۔ ہاں البتہ آپ کے نظریۂ تعلیم میں اس امر کی قید ضرور ہے کہ تمام قدیم و جدید علوم کی تعلیم کا مقصد دین فہمی ہو۔ جملہ علوم و فنون میں علم قرآن، علم حدیث، علم فقہ، علم تفسیر کو اوّلیت کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر رقمطراز ہیں:-

"علم نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو۔"

ان کے علاوہ آپ نے جن علوم وفنون کو دین فہمی کے لیے معاون سمجھا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ علم طبعیات اور ارضیات (کہ جس سے پانی اور مٹی کی ماہیت اور احوال معلوم کیے جائیں تاکہ بدن، لباس جائے سجدہ کی طہارت کے فقہی مسائل معلوم ہوسکیں) علم ریاضی (کہ اس کے ذریعہ فرائض و میراث اور پانی کی قلت و کثرت کے مسائل کا استخراج ہوسکے) علم توقیت (کہ اس کے ذریعہ نماز، روزہ، حج وغیرہ کے اوقات متعین کرنے کا کام کیا جاسکے) علم مناظر و مرایا (کہ اس کے توسط سے رویت ہلال کی تحقیق ہوسکے) اور علم کیمیا (کہ اس کے ذریعہ اشیا کی اصل ماہیت وغیرہ کی پہچان ہوسکے) وغیرہ۔

آپ انگریزی زبان کی تعلیم کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:-

"ذی علم مسلمان اگر بہ نیت ردِّ نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا۔ اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب، اقلیدس، جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں۔ بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہوکر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہوجائے۔ ورنہ جو چیز اپنا دین و

علم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے۔"

سیدنا اعلیٰ حضرت کا عقلی علوم مثلاً سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت وغیرہ سے متعلق نظریہ یہ ہے کہ ان علوم کو قرآن و احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے۔ یہ نہیں کہ قرآن و احادیث کو سائنس اور منطق و فلسفہ کے فرضی اصولوں پر تولا جائے۔ چنانچہ آپ نے خود بھی تمام علوم کو قرآن و احادیث کے غیر متبدل اصولوں پر جانچ کر صحیح و درست کی نشاندہی کردی ہے۔ ان علوم میں ماہرین کے جو بھی افکار و نظریات اسلامی اصولوں سے متصادم ہوئے ان کی تردید میں باضابطہ آپ کی تصنیفات کثیرہ موجود ہیں۔ چند تصانیف درجہ ذیل ہیں۔ فوز مبین در ردِ حرکت زمین، ردِ فلسفۂ قدیمہ، معین مبین بہر دور شمس و سکونِ زمین، فلسفہ اور اسلام وغیرہ۔

المختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت کا سائنس و دیگر فنون کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ قرآن، احادیث کے اصول محقق و غیر متبدل ہیں جبکہ سائنس اور اس جیسے دیگر فنون کے موجدین آئے دن نئی نئی تھیوریاں پیش کرتے ہیں اور جب تک ان کی فکر قرآن و احادیث کے مطابق نہ ہو جائے بھٹکتے رہیں گے۔

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت کی ذات ستودہ صفات فضل و کمال، علم و آگہی اور تحقیق و معارف میں یکتائے روزگار اور منفرد العصر ہے۔ یقیناً دیگر علوم و فنون کے ساتھ ساتھ قدرت نے آپ کو ملکِ سخن کی شاہی مسلم ودیعت فرمادی ہے۔ آپ کی شاعری میں عشق کی وارفتگی اور سرمستی کے ساتھ ساتھ شاعری کے جملہ فنی محاسن موجود ہیں۔ آپ کے نزدیک شاعری کی بنیاد سچائی پر ہو۔ کذب بیانی اور مبالغہ آرائی سے پاک ہو۔

آپ کی شاعری حمد، نعت اور منقبت پر محیط ہے۔ نعت گوئی سے متعلق آپ کا نظریہ ہے:-

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے۔ جس کو لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"

آپ نعت گوئی میں شریعت کا پاس رکھتے ہیں۔ چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

آپ نے نے نعت گوئی قرآن کریم کے مطابق کی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:-

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ☆ یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

آپ کا نظریہ ہے گمراہ لوگ بے ادب شاعروں کا اتباع کرتے ہیں۔ ہاں اگر شاعری کو آداب

شریعت کا پابند کردیا جائے تو محمود و مستحسن ہے۔ آپ نے مذہبی شاعری کی ہے۔ کبھی بھی کسی مادّی منفعت کی غرض سے اہلِ دُوَل کی قصیدہ خوانی سے باقاعدہ احتراز کیا، آپ فرماتے ہیں:

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

تحریک ندوہ کا ردّ: سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ دینی و علمی درسگاہوں میں انگریز اور انگریزی تہذیب کی مداخلت کو سخت ناپسند فرماتے۔ چنانچہ آپ ابتدا میں ندوہ کی تعلیمی تحریک میں شامل رہے اور تدوینِ نصاب کمیٹی کے رکن بھی رہے۔ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیضِ عام کانپور کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر ندوۃ العلما کی داغ بیل پڑی۔ اس اجلاس میں آپ نے شرکت فرمائی اور اصلاحِ نصاب پر ایک وقیع مقالہ بھی پڑھا مگر جب اربابِ ندوہ نے انگریز کی وفاداری کے لیے انگریزی تہذیب کو اپنایا تو آپ نے ان کی اس حرکت سے بیزار ہو کر ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء سے اس کے خلاف مہم کا آغاز کیا۔ اور ان کے ردّ میں کتب و رسائل لکھے جس میں "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" مشہور ہے۔

علی گڑھ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا ردّ:- علی گڑھ کے زیرِ اثر چلنے والی تحریک پورے ملک میں کام کر رہی تھی۔ مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنا ایک اچھا کام تھا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نہ صرف ایسی تحریک کے حامی تھے بلکہ خود ہی اس نہج پر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا۔ آپ کی کتاب "تدبیر فلاح و نجات" اور اس جیسی دیگر کتابیں آپ کے اس خیال کی عکاس ہیں۔ مگر اس تحریک کی باگ ڈور جن لوگوں کے ہاتھوں میں تھی وہ لوگ نہ صرف انگریز اور انگریزی تہذیب کے گرویدہ تھے بلکہ نیچری مذہب اختیار کر چکے تھے۔ لہٰذا آپ نے اس تحریک کی گمراہ کن قیادت کی سختی کے ساتھ مخالفت کی۔ انگریزی نظامِ تعلیم پر سخت تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

> "انگریزی اور بے سود تضیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین و دنیا میں بھی نہیں پڑتا۔ جو صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آں مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیتِ دینی کا مادّہ ہی پیدا نہ ہو، وہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے؟"

آپ کی حیات و نگارشات کے مطالعہ سے انگریز اور انگریزی تہذیب کی مخالفت کا خوب پتہ چلتا ہے۔

فیشن و تہذیب:- آپ نے انگریزی تہذیب کی مخالفت کرتے ہوئے رقم فرمایا:-

''انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی، قریب بحرام، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑا پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب۔''

انگریزی تہذیب کے خوگر سر سید احمد خان کے کردار کا جائزہ لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''نصاریٰ کی یہ غلامی پیر نیچر نے تھامی، لیڈر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پرانے حامی، اس کے نتائج تشبہ وضع و تحقیر شرع۔''

معاشرتی و معاشیاتی نظریات:- سیدنا اعلیٰ حضرت ایسے وفا شعار عاشق صادق تھے کہ آپ نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے عشق و رافتگی ہی کو اصل الاصول قرار دے کر زندگی کا ہر لمحہ ذکر محبوب میں قربان کردیا۔ اور وہ شجر اسلام جسے اپنے مولیٰ کے فضل سے شارع اسلام نے لگایا اس کی آبیاری کرتے رہے۔ آپ کو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے بے پناہ عشق تو تھا ہی اس پاکیزہ عشق کے ضمن میں اپنے آقا کی پیاری امت سے بھی ایسی ہی شفقت فرمائی اور ہر گام اس کی حفاظت و صیانت، تعمیر و ترقی کی راہیں استوار فرماتے رہے۔

آپ نے اپنی مختلف کتب و رسائل میں مسلم معاشرہ کی تعمیر و تشکیل پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی تصیفات فتاویٰ رضویہ، احکام شریعت، تدبیر فلاح و نجات و اصلاح وغیرہ قابل مطالعہ ہیں۔

آپ نے مسلم معاشرہ کی اصلاح کرتے ہوئے معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کی اور ان کے ردّ میں کتب و رسائل لکھے۔

آپ نے ۱۹۱۲ء میں ہندی مسلمانوں کے معاشی و معاشرتی حالات کی اصلاح کے لیے مندرجہ ذیل نکات پیش کیے:-

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصلہ کریں تا کہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں پس انداز کرسکیں۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد (دکن) کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴) علمِ دین کی ترویج و اشاعت کریں'' وغیرہ

نکتہ اوّل و سوم میں معاشیاتی افکار و نظریات کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کا پہلو بھی موجود ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت کے نکات کا تجزیہ کرتے ہوئے اقتصادیات و معاشیات کے ماہر پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے ایک وقیع مقالہ قلم بند فرمایا ہے، پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں۔

''اب اہل دل اور اہل نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جبکہ ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں۔ کیا اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے؟ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں! کینز کو اس خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کرلی تھی جو چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خان بریلوی شائع کر چکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرّہ برابر توجہ نہ دی۔''

عصر حاضر میں بینکنگ طریقۂ کار کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی دور رس نگاہ اور عبقریت کو سلام کرتے ہیں۔ آپ کی ایسی نگارشات و خدمات کو دیکھ کر ایک عظیم مفکر ڈاکٹر اقبال نے خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:-

''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا''

آپ کے انہیں چاروں معاشی فارمولوں کے پیش نظر برطانیہ کے ایک نومسلم محقق ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم نے اسی صفحات پر مشتمل انگریزی رسالہ بنام 1912 Four Ponits Program of Imam Ahmed Raza لکھ کر اعلیٰ حضرت کے صالح سیاسی، معاشی، سماجی افکار و نظریات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ رضویات کے مشہور اسکالر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے کیا جس کی اشاعت رضا اسلامک اکیڈمی بریلی نے کی۔ جبکہ کراچی پاکستان کے ادارۂ مسعودیہ نے اسی ترجمہ کو ''امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ'' کے نام سے شائع کیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم میں حصص (Share)، بیمہ (Insurance) اور برطانوی عہد کے بینکوں اور ڈاک خانوں میں جمع کردہ رقوم پر منافع کے حصول پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

آپ نے اپنی مشہور تصنیف ''الکفل الفقیہہ الفاہم'' میں کرنسی نوٹ کا جواز پیش کرتے ہوئے بے سودی بینکاری کے طریقے بتائے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت کچھ لکھا جس کا تجزیہ اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں۔ افسوس کہ ہم نے اپنے عظیم محسن کی ان کارآمد باتوں پر توجہ نہیں دی۔ آج بھی ہم اگر ان معاشی نکات اور طریقۂ کار کو اپنالیں تو عنقریب نہ صرف ہماری معیشت بحال ہوگی بلکہ ہماری قوم غیروں سے مستغنی ہوجائے گی۔

عقلی علوم و فنون سے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی کے افکار و نظریات:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کا عقلی علوم مثلاً سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم،

جنات وغیرہ سے متعلق نظریہ یہ تھا کہ ان علوم وفنون کی بنیاد تخیلات پر ہیں۔ ان کے بیشتر افکار ونظریات اسلامی عقاید ونظریات سے متصادم ہیں جس سے مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کو ان علوم وفنون میں خداداد مہارت حاصل ہونے کے باوجود قلبی دلچسپی نہیں تھی مگر چونکہ ان کے وہمی وظنی اُصول، اسلامی افکار ونظریات سے متصادم نظر آئے لہٰذا ان غیر اسلامی افکار ونظریات کی تردید کرتے ہوئے ان علوم وفنون میں کتابیں لکھیں۔ قدیم فلسفہ کو آج سائنس ہی میں شمار کیا جاتا ہے سائنس کے تعلق سے ایک مختصر جائزہ پیش خدمت ہے:-

☆ سائنس زمین کو سورج کے گرد گھومتی ہوئی مانتی ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت نے قرآنی افکار ونظریات کی روشنی میں اس نظریہ کو غلط ٹھہراتے ہوئے مدلل بحث فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ نے کتاب "نزولِ آیاتِ فرقان بسکون زمین و آسمان" تصنیف کی۔ جس کے ذریعہ یہ ثابت فرمایا کہ زمین ساکن ہے، گردش نہیں کرتی۔

جب البرٹ ایف پورٹا نامی امریکی ہیئت داں نے دعویٰ کیا کہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو سیارات کے اجتماع کے سبب سورج میں اتنا بڑا داغ پڑے گا کہ اس کے باعث زلزلے آئیں گے، شدید طوفان آئے گا، ملک کے ملک برباد ہوجائیں گے غرضیکہ قیامت صغریٰ برپا ہوجائے گی۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے ردّ میں رسالہ "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" لکھا۔ پورٹا کے نظریات کا جغرافیہ، طبیعات، نجوم وہیئت کی روشنی میں ردّ فرمایا اور بتلایا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ الحمد للہ آخر وہی ہوا جو اعلیٰ حضرت نے فرمادیا۔ نظریۂ حرکتِ زمین کے ردّ میں آپ نے ایک اور کتاب "فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین" بھی تصنیف فرمائی، جس میں گردشِ زمین کے نظریہ کا ابطال' طبیعات، جغرافیہ، نجوم، ہیئت وغیرہ کے اصولوں سے کیا۔

آپ نے فلسفۂ قدیمہ کے ردّ میں بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ جس کا نام "الکلمۃ الملہمہ" ہے۔ اس میں افلاک، زمانہ، اللہ کی فاعلیت، جزو الذی لا یتجزیٰ وغیرہ پر بحث فرمائی ہے۔

الحاصل:- دنیائے اسلام کی عظیم شخصیت مجدد دین وملت، حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، عشق رسول کے گنج گراں مایہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی ہمہ جہت ذات ستودہ صفات فضلِ مولیٰ سے محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے دینی امور میں توحید ورسالت، ولایت، تقدیر وتدبیر، قبر وحشر ونشر، روزہ، حج، زکوٰۃ، بدعات ومنکرات کے ردّ وغیرہ ہر امر میں لکھا۔ اللہ ورسول کی بارگاہ کے گستاخوں، بدمذہبوں کا ردّ و ابطال فرمایا۔ شرعی گرفت کی۔ اور صاف وشفاف اسلامی نظریہ، اسلامی مسلک بنام مسلکِ اہل سنت پیش فرمایا۔ جو فی الحقیقت صحابۂ کرام اہل بیت اطہار، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیا کرام وعلما سلف کا

مذہب و مسلک ہے یعنی اصل اسلام۔

آپ نے سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی، تہذیبی و دیگر شعبہ ہائے حیات انسانی نیز دیگر علوم وفنون میں بھی اپنے افکار و نظریات پیش کیے، ان کا ماخذ دین ہی ہے......

- کتابیات -

(۱) فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت
(۲) الفرق الوجیز بین النبی العزیز	اعلیٰ حضرت
(۳) تمہید الایمان بآیات القرآن	اعلیٰ حضرت
(۴) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ	اعلیٰ حضرت
(۵) الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء	اعلیٰ حضرت
(۶) سبحٰن السبوح	اعلیٰ حضرت
(۷) اسماع الاربعین	اعلیٰ حضرت
(۸) اعتقاد الاحباب	اعلیٰ حضرت
(۹) حیات الموات	اعلیٰ حضرت
(۱۰) المبین ختم النبیین	اعلیٰ حضرت
(۱۱) انوار الانتباہ	اعلیٰ حضرت
(۱۲) التحبیر بباب التدبیر	اعلیٰ حضرت
(۱۳) برکات الامداد	اعلیٰ حضرت
(۱۴) تجلی الیقین	اعلیٰ حضرت
(۱۵) انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارت	اعلیٰ حضرت
(۱۶) مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء	اعلیٰ حضرت
(۱۷) احکام شریعت	اعلیٰ حضرت
(۱۸) الملفوظ	اعلیٰ حضرت
(۱۹) عرفان شریعت	اعلیٰ حضرت
(۲۰) الزبدۃ الزکیہ	اعلیٰ حضرت
(۲۱) رسالہ دعوت میت	اعلیٰ حضرت
(۲۲) ہادی الناس	اعلیٰ حضرت
(۲۳) اظہار الحق الجلی	اعلیٰ حضرت

(۲۴) الحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ	اعلیٰ حضرت
(۲۵) دوام العیش	اعلیٰ حضرت
(۲۶) الاجازات المتینہ	اعلیٰ حضرت
(۲۷) فاضل بریلوی کے معاشی نکات	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
(۲۸) تحریک خلافت	قاضی عدیل عباسی
(۲۹) گناہ بے گناہی	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کراچی
(۳۰) آئینۂ رضویات	محمد عبدالستار طاہر
(۳۱) حیات جاوید	الطاف حسین حالی
(۳۲) کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن	ڈاکٹر مجید اللہ قادری کراچی
(۳۳) ترجمانِ وہابیہ	نواب صدیق حسین بھوپالی
(۳۴) ذکر آزاد	عبدالرزاق ملیح آبادی
(۳۵) تقویۃ الایمان	اسماعیل دہلوی
(۳۶) فتاویٰ رشیدیہ	رشید احمد گنگوہی
(۳۷) تحذیر الناس	قاسم نانوتوی
(۳۸) براہین قاطعہ	خلیل احمد انبیٹھوی
(۳۹) حفظ الایمان	اشرف علی تھانوی
(۴۰) سوانح اعلیٰ حضرت	علامہ بدالدین قادری
(۴۱) حیات اعلیٰ حضرت	علامہ ظفر الدین بہاری
(۴۲) امام احمد رضا محدث بریلوی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(۴۳) المیزان کا امام احمد رضا نمبر	
(۴۴) معارف رضا شمارہ نمبر ۲۴ مطبوعہ کراچی	
(۴۵) امام احمد رضا اور عالم اسلام	ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(۴۶) تحریک آزادی ہند	ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(۴۷) پیغام رضا کا امام احمد رضا نمبر	
(۴۸) امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات	علامہ یٰسین اختر مصباحی
(۴۹) تحریک آزادیٔ ہند اور سواد اعظم	ڈاکٹر محمد مسعود احمد

o.....o.....o.....o.....o

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مکالمہ:

جدید واقعات، اسباب، نظریات و اہداف، شرعی حیثیت

تحریر: ڈاکٹر احمد بن عبد الرحمٰن القاضی

ترجمہ: محمد طیب خان، فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[پیشِ نظر مضمون ایک عربی مجلّہ "البیان" عدد نمبر ۱۸۴ کے ایک مقالے "الحوار الاسلامی النصرانی أو الحوار بین مسلمین و نصاریٰ" کا اُردو ترجمہ ہے۔ چونکہ بدلتے ہوئے عالمی حالات کے تناظر میں اسلام اور مسلمانوں کے ازلی و ابدی دشمن عیسائی اور یہودی جہاں ایک طرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پوری دنیا میں نفرت پھیلانے میں مصروف عمل ہیں وہاں دوسری طرف وہ مسلمانوں کے ساتھ مکالمہ کے ذریعے بظاہر محبت، دکھاوے کا بھائی چارہ اور وقتی ہم آہنگی کی فضا پیدا کر کے مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی محبت اور روحِ محمدی نکالنے میں مصروف ہیں۔ اس لیے ڈاکٹر احمد بن عبد الرحمٰن نے ضروری سمجھا کہ قارئین کو ایسی معلومات فراہم کی جائیں جن کے ذریعے مسلم دشمن عناصر کی معاصر تصویر واضح ہو سکے اور مسلمان اپنے مدمقابل کے عزائم سے آگاہ ہو جائیں۔ اسی مقصد کے دائرہ کو وسیع کرنے کے لیے اس مضمون کا ترجمہ بلا تبصرہ پیش خدمت ہے تاہم بعض غیر مفید باتوں کو ترک کر دیا گیا ہے۔]

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ اس دین کو باقی تمام اَدیان پر غالب فرما دے اس لیے جہاں ایک طرف آپ ﷺ کو دنیا کی تمام اقوام کو عمومی طور پر بلانے کا حکم فرمایا وہاں اہلِ کتاب کو خصوصی دعوت دینے کا حکم بھی فرمایا: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: تم فرماؤ! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں؛ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے؛ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

اور فرمایا: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (سورۃ آلِ عمران: ۶۴)

تم فرماؤ! اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان، یہ کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کفار، اہل کتاب اور مشرکین کی کوشش کی طرف ذرّہ بھر مائل ہونے سے خبردار فرمایا تا کہ آپ ﷺ کے پائے استقلال میں اس دین کے معاملے میں خلل واقع نہ ہو جس کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ایک ارشاد میں عموم پایا جاتا ہے اور دوسری جگہ خصوص یعنی ایک جگہ تمام کافروں کے ساتھ معاملات کے حوالے سے تعلیم ہے اور دوسری جگہ مخصوص کفار کے سلسلے میں ہدایت عطا کی گئی۔ تمام کفار کے ساتھ معاملات کے بارے میں ابتدائے اسلام میں جو عمومی حکم ہے اس کی مثال "سورۃ الکافرون" ہے جس میں ارشاد فرمایا: "قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ○" (سورۃ الکافرون)

ترجمہ: (اے حبیب) آپ فرما دیجیے! اے کافرو! مَیں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرتے ہو اس کی جس کی مَیں عبادت کرتا ہوں اور نہ مَیں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم نے عبادت کی اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی مَیں عبادت کرتا ہوں تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"

کفار میں سے جنھیں خاص طور پر مخاطب کیا گیا اس کی مثال اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ.

ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ؛ تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے اور سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر۔

یہ سلسلۂ کلام ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے: "وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکَ" (سورۃ المائدۃ: ۴۸-۴۹) "یعنی آپ ان سے بچتے رہیں کہ کہیں برگشتہ نہ کردیں آپ کو اس کے کچھ حصہ سے جو اُتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف"

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے حکم کو بجالاتے ہوئے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی اور دوسرے نمبر پر تمام جہاں والوں کو دینِ اسلام کی طرف بلایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی (اس سے مراد وہ نجاشی نہیں کہ جس کی نمازِ جنازہ نبی ﷺ نے ادا فرمائی) اور ہر جابر حاکم کو اللّٰہ کی طرف بذریعہ خطوط بلایا (۱) اور ہرقل کی طرف لکھے جانے والے خط کا متن یہ تھا:۔ "اللّٰہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم فرمانے والا"۔ "محمد بن عبد اللّٰہ اور اللّٰہ کے رسول کی طرف سے رومیوں کے معظم ہرقل کی طرف، سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، اس کے بعد، تو اسلام قبول کر محفوظ و مامون ہو جائے گا اللّٰہ تعالیٰ تجھے دو اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے انحراف کیا تو اُریسیین (ہرقل کی رعایا) کا گناہ بھی تجھی پر ہوگا اور اے اہلِ کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کہ عبادت نہ کریں مگر اللّٰہ کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں۔ اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو اللّٰہ کے سوا رب نہ بنالے؛ پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو: تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ ۲

اسی صراطِ مستقیم پر آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین قائم رہے کہ وہ قلعوں سے پہلے دلوں کو فتح کرتے رہے اور لوگوں کو اللّٰہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل کرتے رہے۔ اور پھر انہی کے نقشِ قدم پر کئی صدیوں تک سلف صالحین بھی چلتے رہے جو یا تو فقط دلیل و وضاحت کے ساتھ دعوت الی اللّٰہ کے قائل تھے اور یا پھر تلوار اور نیزے کے ساتھ "تا کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللّٰہ ہی کا ہو جائے" (سورۃ الانفال: ۳۹) اور وہ دوسرے ادیان کے متبعین کے ساتھ ہم آہنگی، میل جول بڑھانے اور قربتیں پیدا کرنے کے جدید حربوں سے قطعی ناواقف تھے۔

لیکن جب وقت نے پلٹا کھایا اور کچھ لوگوں کے ایمان کی بنیادیں لڑکھڑانے لگیں اور آخری صدیوں میں اہلِ اسلام کی حالت خساست اور کمزور ہوگئی تو اُن کے دشمن نے لالچی نگاہوں سے اُن کا تعاقب کیا اور اُن میں سے کمزور ایمان والے مسلمانوں کو ایسے مختلف قسم کے فتنوں اور بہکاوؤں کی طرف دھکیل دیا جن سے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور مومنوں کو متنبہ فرمایا تھا۔ اُن مسلمانوں نے ان فتنوں کو گلے لگایا اور فتنوں نے مسلمانوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا پس مسلمانوں کا معاملہ تنزلی اور کمزوری کی طرف بڑھتا رہا؛ نہ تو وہ اپنے رب تعالیٰ کو راضی کر سکے اور نہ ہی اپنے مخالفین سے اپنی تمناؤں کا کچھ حصہ حاصل کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ ان فتنوں میں سے "اسلام اور مسیحیت کی ہم آہنگی" نامی فتنہ تیس سال تک اسی نام سے جاری رکھا گیا پھر اسے مزید پرکشش اور جاذب بنانے کے لیے اس کا نام "مکالمہ بین الاسلام والمسیحیۃ" رکھا گیا پھر اوسلو معاہدہ کے بعد یہودیوں کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کی غرض سے اس میں مزید وسعت پیدا کی گئی تو اس فتنے کا نام "مکالمۂ ادیان" ہوگیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد "ادیانِ ابراہیمی کے درمیان مکالمہ" بن گیا۔ پھر عالمگیریت Globalization کی طرف دعوت کے سائے میں اسے اور وسعت ملتی رہی تو

یہ حوار الحضارات (تہذیبوں کا مکالمہ) بن گیا اور اب اس میں ہندو، بدھ مت اور باقی تمام بت پرست مذاہب جو جھوٹے قول اور عمل باطل والے ہیں شامل ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے عالم اسلام کی مد مقابل مغربی نصرانیت تھی اور یہ اب بھی ہے اور قیامت قائم ہونے تک ایسا رہے گا، جیسا کہ مستورد قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان اپنے کانوں سے سنا: "تقوم الساعة والروم اکثر الناس (۳)" "کہ قیامت قائم ہوگی اور رومی تعداد میں سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے"۔ کتب احادیث صحاح، سنن اور مسانید میں موجود فتن اور ملاحم سے متعلقہ کثیر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رومی عیسائی مستقبل میں مسلم دشمن ہوں گے جیسے وہ ماضی میں رہے ہیں۔ آج باوجود اس کے کہ عسکری آلات، اقتصادی قوت اور میڈیا کی یلغار ان کے پاس ہے پھر بھی اگر ان کے دینی وسیاسی مراکز سے باہمی قرب اور مکالمہ کی دعوت آتی ہے تو آخر اس میں کیا راز ہے؟ اس سوال کا جواب اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم نصرانیت واسلام کے درمیان مکالمہ کے منظر کی ظہور پذیری کے تازہ ترین خصائص کا باریکی سے جائزہ لیں تاکہ ہم بعض غلط کاوشوں پر اسلامی خصوصیت کو قصوروار نہ ٹھہرائیں بلکہ ان غلطیوں کو مسلمانوں کے ان افراد یا تنظیموں کی طرف منسوب کریں جو بعض اوقات حسن ظن اور جہالت کی وجہ سے اور بسا اوقات جان بوجھ کر سستی اور تجاہل سے ان غلطیوں میں جا پڑے ہیں۔

تازہ ترین صورتحال اور اس کی تاریخ پر ایک نظر:

۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء میں شیخ محمد عبدہ، انگریز پادری "اسحاق ٹیلر" قاضی بیروت "جمال رامز بک" اور ایرانیوں کے ایک گروہ نے بیروت میں اَدیان کے درمیان بتدریج قرب پیدا کرنے کے لیے ایک خفیہ انجمن کی بنیاد رکھی۔

۱۹۳۵ء میں بروکسل میں انٹرنیشنل تاریخ ادیان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شرکت کے لیے شیخ الأزہر محمد مصطفیٰ مراغی نے دو پروفیسروں مصطفیٰ عبدالرزاق اور امین خولی پر مشتمل ایک وفد بھیجا۔

۱۹۳۶ء میں انٹرنیشنل اَدیان کانفرنس کا انعقاد لندن میں ہوا جس میں اپنا لیکچر پیش کرنے کے لیے شیخ مراغی نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو اپنے نائب کی حیثیت سے نمائندہ بنا کر بھیجا۔

۱۹۳۷ء میں انٹرنیشنل اَدیان کانفرنس سربون یونیورسٹی میں منعقد ہوئی جس میں شیخ مراغی نے شیخ عبداللہ دراز کو اپنا نائب بنا کر بھیجا۔

۱۹۴۱ء میں فرانس کے کیتھولک مستشرق "لوئیس ماسینیون" اور مصری کیتھولک فادر جارج قنوتی نے "جمعية الاخاء الديني" (انجمن برائے دینی بھائی چارہ) کی بنیاد رکھی جس کے اراکین میں بعض علما

ازہر کو بھی شامل کیا گیا۔

۱۹۴۸ء (جو کہ اسرائیلی ریاست کے قیام کے اعلان کا سال تھا) میں ایک امریکی یہودی ''میر برگر'' نے مشرق وسطی کے لیے امریکی دوستوں کی انجمن بنائی جس میں نائب صدر کے عہدے کے لیے شیخ محمد بہجۃ البیطار رحمہ اللہ تعالیٰ کو منتخب کیا گیا جن پر بعد میں یہ واضح ہوا کہ اس تنظیم کے ارادے کچھ اور ہیں۔

مذکورہ انجمن کی سرگرمیاں:

۱۹۵۴ء میں ''اسلام اور مسیحیت کی روحانی بنیادیں'' کے حوالے سے کانفرنس کا انعقاد لبنان کے شہر حمدون میں ہوا پھر ''اسلام، مسیحیت کے باہمی تعاون کے لیے ایک ایکشن کمیٹی'' کے نام سے ۱۹۵۵ء میں اسکندریہ میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ پھر ''کمیٹی برائے اسلام اور مسیحیت کے تعاون کی بقا'' کا اجلاس ۱۹۵۶ء کو حمدون میں ہوا۔ لیکن امریکی و یہودی اغراض پر مبنی یہ شعلہ بار تنظیم شکوک وشبہات کے طوفانوں کے سامنے بجھ گئی۔

۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۵ء میں کیتھولک چرچ کے بشپوں کی دوسری واٹیکن کونسل واٹیکن شہر میں منعقد ہوئی۔ جس کا مقصد نصاریٰ سے ان کے عقیدے (لاخلاص خارج الکنیسۃ یعنی کنیسہ سے باہر کسی انسان کے لیے کوئی نجات نہیں) کو دور کرنا اور نجات کے مفہوم کو وسعت دینا تھا تا کہ مسلمانوں کو بھی شامل کیا جا سکے، اُن کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے، انہیں اپنے ماضی کو بھلانے کی ترغیب دی جائے اور انہیں باہمی تعاون اور مکالمہ کے ذریعے افہام وتفہیم کے لیے سچے اجتہاد کے کام پر اُبھارا جا سکے۔ جیسا کہ اجلاس کی دستاویزات اور اعلانات سے واضح ہے۔ یہ مخالفین پر مکالمہ کے دروازے کھولنے کا اعلان اور وسیع بنیادوں پر سفارتی تعلقات قائم کرنے ملاقاتوں کے تبادلے اور کانفرنسوں و اجلاسوں کے ذریعے باہم قرب پیدا کرنے والی سرگرمیوں کا نقطۂ آغاز تھا۔

۱۹۶۴ء میں پوپ پولوس ششم (Paul VI) نے ''غیر مسیحیوں کے ساتھ تعلقات'' کے لیے ایک سیکرٹریٹ کی بنیاد رکھی جو ۱۹۸۹ء میں ترقی کر کے ''پوپ کا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ برائے مکالمہ بین الادیان'' بنا۔

۱۹۶۹ء میں جنیف کے قریب کرتیبیہ کی کانفرنس کے بعد کیتھولک چرچ کی پیروی میں ورلڈ کونسل آف چرچز (World Council Of Churches) منعقد ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کے ساتھ مختلف بنیادوں پر مکالمہ کی دعوت دی گئی۔

۱۹۷۱ء میں ورلڈ کونسل آف چرچز نے مختلف نظریات و زندہ اعتقادات کے پیروکاروں کے ساتھ مکالمہ کے لیے ایک اضافی یونٹ (Sub Unit) کی بنیاد رکھی۔ پھر ایشیا، افریقا اور عالم عربی میں ستر کی دہائی میں متعدد کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا۔

۱۹۶۸ء میں فلپائن کے مسلم علاقوں میں مختلف کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس نے ستر کی نصف دہائی تک علمی پہلوؤں پر دھیان رکھا اور بعد میں فلپائنی حکومت نے اسے اپنی نگرانی میں لے لیا۔

۱۹۶۹ء میں مفتی لبنان شیخ حسن خالد نے اسلام اور عیسائیت کے درمیان یکے بعد دیگرے کئی مقامی کانفرنسوں کا انعقاد شروع کیا لیکن ۱۹۸۵ء میں لبنان کی داخلی لڑائی نے ان کانفرنسوں کو موقوف کر دیا۔

۱۹۷۰ء میں کیتھولک سیکرٹریٹ اور قاہرہ میں اسلامی امور کی مجلس اعلیٰ (High Council of Islamic Affairs) اور غیر عیسائیوں کے ساتھ تعلقات کا نگران واٹیکن سیکریٹریٹ کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۹۷۱ء میں انڈونیشیا کی وزارت مذہبی اُمور نے انڈونیشی جزائر کے مختلف علاقوں میں مسلسل کئی کانفرنسوں کے انعقاد کا کام شروع کیا۔ چنانچہ چھ سال کے مختصر عرصے میں ۲۳ مقامی کانفرنسیں منعقد کی گئیں نیز وحدتِ اُدیان کی فکر اس قدر مروّج ہوئی کہ نیشنل گارڈن میں تسلیم شدہ تمام اُدیان کے دینی عبادت خانوں کے لیے مجلس کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۹۷۲ء میں ہندوستان میں ہندی کیتھولک پادریوں کی کونسل، نصرانی بنانے والے اداروں اور بعض مسلمان افراد کی وساطت سے مسلمانوں اور نصرانیوں کے مابین ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو نوے کے عشرہ تک جاری رہا۔

۱۹۷۳ء میں ہسپانیہ میں تنظیم برائے فروغ اسلام، مسیحیت دوستی نے قرطبہ میں کانفرنسوں کا انعقاد شروع کیا حتی کہ ۱۹۸۶ء میں اسی جمعیت نے جامع اُموی کی تاسیس کے بارہ سو سال گزرنے پر تقریبات کا اہتمام کیا۔

۱۹۷۴ء مغربی اور یورپی لوگوں سے بنی ایک جماعت صوفیہ قائم ہوئی جس کا نام کمیٹی برائے الأبحاث الاسلامية المسيحية (اسلامی، مسیحی تحقیقات کمیٹی) رکھا گیا اور اس کو فرانس میں موجود کنیسہ سینسکا کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس جماعت نے یورپ ومغرب کے مختلف دارالحکومتوں میں متعدد رُوحانی ملاقاتوں کا اہتمام کیا۔

۱۹۷۴ء مملکت عربیہ سعودیہ کے نو علما پر مشتمل ایک وفد تشکیل پایا جس کے سربراہ وزیر انصاف شیخ محمد بن علی حرکان تھے۔ اس کا مقصد واٹیکن کا دورہ، پولوس ششم کے ساتھ ملاقات اور اسلام میں انسانی حقوق کے حوالے سے کانفرنس منعقد کرنا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلی کانفرنس پیرس میں منعقد ہوئی اور بعد میں تین کانفرنسیں بالترتیب جنیف، پیرس اور سترا سبورج میں منعقد ہوئیں جن کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔

۱۹۷۶ء لیبیا کے شہر طرابلس میں حکومت لیبیا اور واٹیکن کے انتظام سے ایک بڑا اجتماع ہوا اور مختلف

اطراف سے کئی بڑی شخصیات کی حاضری اور نمائندگی سے اسلام و مسیحیت کے درمیان مکالمہ کی مجلس منعقد ہوئی جس میں شیخ معمر قذافی نے فوراً اس مجلس کے نصرانی شرکا کو نبوت محمد ﷺ کے اعتراف، اپنی کتب میں تحریف کے اقرار اور اسرائیل سے دشمنی کو لازم قرار دیا۔ جس کی وجہ سے اختتامی و حتمی بیان اور کیتھولک کنیسہ کے ساتھ مکالمہ جاری رکھنے کے نظام میں مشکل پیدا ہوگئی۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں مغربی یورپ میں صوفیانہ رنگ اور چرچ کی نگرانی میں مکالمہ بین الاسلام والنصرانیۃ کی غرض سے کانفرنسوں کی سرگرمیاں شروع ہوئیں۔ اور اسّی کی دہائی میں اسلامی ممالک سے یورپ کی طرف ہجرت کی زیادتی سے ان کانفرنسوں نے اجتماعی شکل اختیار کرلی اور ان کی قیادت سماجی و تعلیمی اداروں نے کی۔ نوے کی دہائی میں اسلامی وجود کے یورپ میں بڑھنے اور منظم ہونے کے باوجود مغربی حکومتوں نے مکالمہ کو آگے بڑھانے اور اس کے مزید راستے نکالنے میں بڑی دلچسپی لی اور یہی حال شمالی امریکہ کا تھا۔

۱۹۷۹ء مصری صدر انور سادات مرحوم نے یہودیوں کے ساتھ کیمپ ڈیوڈ معاہدوں کے بعد صحرا سینا میں وادیٔ راحت کے مقام پر تمام اَدیان کی مجلس بنانے کی کوشش کی۔ جو مسجد و چرچ اور ہیکل کو ایک ساتھ ملا کر اور قرآن، توراۃ اور انجیل کو ایک ہی جلد میں شائع کرتی۔

۱۹۸۶ء پوپ یوحنا پولوس ثانی نے اٹلی کے شہر اسیسی "Assissi" میں مختلف اَدیان کے پیروکاروں کو مشترکہ نماز پڑھنے کی دعوت دی اور ان کی اجتماعی دعا میں خود پوپ نے قیادت کی اسی موقع کی کوشش کو جاری رکھنے کی ذمہ داری نصرانی بنانے والی اٹلی کی ایک تنظیم "سینٹ ایجیدیو" نے لی اور آج تک وہ اسی طرح جاری ہے۔

۱۹۸۷ء فرانسیسی نام نہاد اسلامی مفکر "روجیہ جارودی" نے قرطبہ میں اَدیان ابراہیمی کے ملاپ کی دعوت دی اور اس نے اپنے ادارے و عجائب خانے کا مرکز قلعہ حرۃ کو بنایا۔

صحبتِ تعدد اَدیان کی خصوصی تنظیموں نے بہت سے عربی ممالک جن میں لبنان، اُردن، فلسطین، تیونس اور سوڈان شامل ہیں میں اسلام و نصرانیت کے درمیان مکالمہ کے لیے مراکز قائم کیے ان تنظیموں کو عرب کے عیسائیوں کے ایک سرکردہ گروہ نے قائم کیا اور ان تنظیموں کی مثالوں سے مغربی ممالک کے ساتھ تعلقات کے پُل باندھے گئے ہیں اور ہم آہنگی کی ثقافت کو پھیلانے کے لیے تقریبات، کانفرنسوں کا انعقاد اور مطبوعات کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا گیا۔

ایک طاقت ور تحریک، جو تیزی سے پھیل رہی ہے، جس کی سرگرمیاں کئی قسم کی ہیں، جس کی کانفرنسیں چار دہائیوں میں تین سو سے بڑھ گئی ہیں یہ اس کے طوفان کا ہلکا سا نمونہ تھا۔ ان کا اہتمام کرنے

والی تنظیموں کی تعداد سو سے زائد ہے جو روئے زمین کے چاروں کونوں پر اپنی توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں۔

أسبابِ مکالمہ:

مسلمانوں کے ساتھ نصرانیوں کی دعوت برائے مکالمہ کے پس پردہ بہت سے اسباب ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

سب سے پہلا مقصد اللہ کے راستے سے روکنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ O (سورۃ آل عمران:۹۹)

ترجمہ: اے اہل کتاب ! تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان والوں کو ان کی راہ کو بھی ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے کسی کام سے بے خبر نہیں۔

اور فرمایا: وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ O (سورۃ آل عمران:۷۲)

ترجمہ: اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا کہ تم صبح کو ایمان لاؤ اس چیز پر جو مسلمانوں پر نازل ہوئی اور شام کو اس کے منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر جائیں۔

جب سے جدید دور میں مغربی دنیا کو پہلے سے بہتر انداز میں کلمۂ حق سننے کی اجازت ملی اس وقت سے مغربی عیسائیت اپنی قوم کے اسلام میں داخل ہونے اور اس کو لازم پکڑنے کی وجہ سے بے حد خوفزدہ ہے کیونکہ ماضی میں عیسائی رہنما اپنی رعایا کی اسلام، نبی علیہ الصلوۃ والسلام، کتاب اللہ اور اسلامی تاریخ سے متنفر کرنے والی غلط معلومات سے پرورش کرتے تھے لیکن جب لوگوں کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کے دروازے کھل گئے تو اسلام کے نور نے ان اہل مغرب کو اپنی طرف جذب کر لیا جو چرچ کے قبضہ سے آزاد ہوئے اور آزادانہ منطقی سوچ کو ترجیح دی تھی تو اہل کنیسہ کے بڑوں نے سمجھ لیا کہ اسلام کے ساتھ مقابلہ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وہ عقیدۂ اسلامیہ اور احکام شریعت کی متانت و پختگی کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ اس چیلنج سے تو اسلام کو مزید پیروکار اور مددگار مل جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی سوچ اپنے ہم وطنوں کے سامنے دشمنی، نااتفاقی اور قطع تعلق کو چھوڑ کر ظاہراً محبت و اُلفت، اتفاق، ہم آہنگی اور مکالمہ بازی کی طرف مائل ہوئی۔ انہی حربوں اور چالوں سے وہ اپنی قوم کی متلاشی حق کی روح اور اس کی آتشِ تجسس کو بجھانے لگے اور ان کے دلوں میں یہ بات پختہ کرنے لگے ہیں کہ اَدیان کے مابین فرق محض صورۃً ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام اَدیان اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ ہیں اس لیے تبدیلیٔ مذہب کے اہتمام کے لیے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس پوشیدہ سبب کا راز اس وقت فاش ہو گیا جب ایک پادری ''آریا راجا'' نے کہا: ''آج عیسائیت کو اس حقیقت کا سامنا ہے جو جدت کی علامت ہے جبکہ ماضی میں تو دوسرے ادیان سے تعلقات خود کنیسہ کو مالا مال کرنے اور اس کے ایمان کو بڑھانے میں مدد کیا کرتے تھے لیکن آج حالات یکسر بدل چکے ہیں اور ضروری ہے کہ ہم تاریخ انسانی کے اس دور کے خصائص کی طرف اشارہ کرتے چلیں۔

۱۔ دوسرے اُدیان استعمار کے شکنجے سے آزاد ہو چکے ہیں اور آج وہ خود کو عیسائیت کے بدلے ایک جامع دین کے طور پر پیش کر رہے ہیں اور ان اُدیان میں ماضی قریب کے چند سالوں کے دوران ایسی چیزیں ظاہر ہوئی ہیں جو ایسی بیداری سے مشابہ ہیں جس کی وجہ سے ان اُدیان میں نئی زندگی سامنے آئی ہے۔

۲۔ یہ ادیان مسیحی غرب کی حد تک سرایت کر گئے ہیں جس کی وجہ سے تقریبا تمام معاشروں میں کثرت ادیان کی حقیقت پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ فرانس میں مسلمانوں کی تعداد عیسائی اصلاح پسندوں سے زائد ہے اور برطانیہ کے مسلمان وہاں کے میتھوڈسٹ عیسائی فرقہ سے زیادہ ہیں۔

۳۔ اور شاید یہ سبب سب سے اہم ہے کہ دوسرے ادیان سے بے نیازی کا اہتمام زیادہ ہے۔ مسلمان ماضی میں اپنے دین کے معاملہ میں مضبوط مقابل گردانے جاتے تھے لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے مفہوم میں زیادہ اہتمام صرف جماعت اور نماز کا ہے دوسرے الفاظ میں نہ تو اعتقادی عداوت ہے اور نہ دوسرے ادیان کی طرف آج کوئی دلچسپی اور توجہ مناسب سمجھی جاتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں اور وہ طریقے جو عیسائیوں نے زمانہ قدیم میں دوسرے ادیان کے ساتھ معاملہ میں اختیار کیے وہ کافی نہیں سمجھے جاتے۔[۴]

دوسرا مقصد نصرانی بنانا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O (سورۃ البقرۃ: ۱۳۵)

ترجمہ: اور (اہل کتاب) بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ؛ راہ پا جاؤ گے۔ آپ فرما دیجیے بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نصرانیت کی تبلیغ جسے وہ ''بشارت'' کہتے ہیں کو نصرانیت میں ممتاز مقام حاصل رہا ہے اور جب نصاریٰ نے مکالمہ کو اختیار کیا تو یہ ان کی طرف سے اُن کے اس پرانے عمل سے دست برداری نہیں تھی جیسا کہ پاسبانی دستور بعنوان (موجودہ زمانہ میں چرچ) جو واٹیکن کونسل دوم کی طرف سے شائع ہوا ہے میں یہ بیان کیا گیا ہے: ''چرچ اس بھائی چارے کی علامت ہے جو سچے مکالمہ کو جنم دیتا ہے اور اسے فروغ دینے کی ترغیب دیتا ہے اور یہ اس کے اس رسالتی کام کے ذریعے سے ہے کہ جس کا ہدف انجیلی خوشخبری کے نور سے روئے زمین کے لوگوں کو منور کرنا ہے''۔[۵]

جب بعض عیسائیوں نے مکالمہ میں عیسائی تبلیغ کے معاملہ میں خیانت دیکھی تو کیتھولک عیسائیوں نے ''مکالمہ اور خوشخبری'' کے نام سے ۱۹۹۱ء میں ایک دستاویز شائع کی جس میں یہ درج تھا: ''بیشک عیسائی دوسری دینی روایات کے پیروکاروں کے ساتھ کھلے دل سے مکالمہ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ بغیر جبر کے دوسرے ادیان والوں کو اپنے اعتقادات پر سوچ وبچار کرنے پر ابھار سکیں۔ اس مقصد (تمام ادیان کا خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنا) کو سامنے رکھتے ہوئے مکالمہ بین الأدیان خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور اعتقادات میں نظر ثانی کے دوران سابق روحانی یا دینی موقف سے دستبرداری اور نئے دین کو قبول کرنے کے مظاہر بھی پیش آسکتے ہیں۔ [۶]

جہاں تک ورلڈ کونسل آف چرچز کا تعلق ہے تو اس نے تو ایک کتاب ''مکالمہ کے جواز'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ ہم مکالمہ کو ان وسائل میں سے ایک وسیلہ شمار کریں کہ جن کے ذریعے یسوع مسیح کے لیے موجودہ زمانہ میں گواہی کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ [۷]

۱۹۷۸ء میں مسلمانوں کو نصرانی بنانے کی غرض سے پروٹسٹنٹ مبلغین کی ایک کانفرنس میں چالیس مقالات پیش کیے گئے جن میں ایک مقالے کا عنوان ''مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مکالمہ اور اس کا نصرانی بنانے کے ساتھ مضبوط تعلق'' تھا۔ جس میں ڈینیل آر برسٹر نے اس مسئلہ پر بحث کی اور کہا کہ ''جب ہم جان چکے کہ مکالمہ کی مختلف صورتوں میں سے کوئی بھی صورت مسلمانوں کو جیتنے کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی تو یہ ضروری ہے کہ ہم آج ہی سے اسے شروع کرنے کے خطوط کی منصوبہ بندی کریں۔ [۸]

۳۔ سیاسی مقصد:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ○ هَا أَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ○ إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ○ (سورۃ آل عمران: ۱۱۸، ۱۲۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری تباہی میں کمی نہ کریں گے انہیں وہی بات اچھی لگی جس سے تمہیں تکلیف پہنچی بیشک ظاہر ہوگئی دشمنی اُن کی زبانوں سے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو ظاہر کردیا اگر تم عقل سے کام لو۔ سن لو! تم ہو جو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان

لاتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصے سے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں فرمادیجیے تم مرجاؤ اپنے غصے میں بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے دل کی باتیں، اگر تمہیں کچھ بھلائی حاصل ہو تو انہیں بری لگے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچ جائے تو وہ اس سے خوش ہوں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگار رہو تو ان کا فریب تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، بیشک اللہ ان کے سب کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

۶۰ء کی دہائی میں اسلام نصرانیت باہمی قرابت کے اقدام کا سب سے بڑا محرک دنیا پر بے دین کیمونزم کا پھیلاتا ہوا طوفان اور چاروں اطراف سے گھیر لینے والی مادّی سوچ کے سامنے عیسائی سوچ وفکر کی بے بسی تھی۔ چنانچہ مغربی سرمایہ دار گروہ کی یہ رائے تھی کہ دین دار لوگوں کی مدد کی جائے اور کیمونزم کی مخالفت کو قابو کرنے کے لیے ان کی صفوں میں اتحاد پیدا کیا جائے۔

اس طرح باہمی قرب کی دعوت سامنے آئی اور اس کے ساتھ ساتھ سیاسی مقصد کا الزام بھی وجود میں آ گیا جیسا کہ ۱۹۵۴ء لبنان کے شہر حمدون میں منعقد ہونے والی اسلام، مسیحیت روحانی اقدار کے موضوع پر کانفرنس میں مشرق وسطی کے لیے امریکی دوستوں کی انجمن میں تحقیقات ونشریات کے ڈائریکٹر ارک ورلڈمر نے کہا کہ کانفرنس کا مقصد بالکل واضح ہے اور وہ بے دینی کے خلاف جنگ، مسلمانوں و عیسائیوں کے درمیان قرابت قائم کرنا اور ان عناصر کے خلاف قوتوں کو یکجا کرنا ہے جو ان دونوں دینوں (اسلام، عیسائیت) کے عقائد کو چھین لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (۹) اور کانفرنس کے ایک رکن نے اس باہمی ظاہری مدد کے پس پردہ اصل سبب کا یوں اظہار کیا: ''آج کی آزاد دنیا جو دوسرے کسی بھی دور سے زیادہ آزاد ہے وہ عالمی ترقیوں اور کیمونزم کے خطرہ میں اضافے کے اعداد وشمار کو جانتی ہے اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ، مشرق وسطی میں جاری تبدیلیوں اور نئے نئے واقعات کو بڑی بے قراری کی نظر سے دیکھتی ہے اور وہ اسے اپنی ذمہ داری سمجھتی ہیں کہ اپنی استطاعت کے مطابق ہر قدم اٹھائے کیونکہ وہ کیمونزم کی آہنی دیوار سے خارج تمام ممالک کی مالک اور لیڈر ہے۔ جیسا کہ مشرق وسطی میں دھیمے انداز میں پھیلنے والے کیمونزم کے توڑ کے لیے مضبوط اشتراکی رکاوٹ سے خارج ممالک کی قیادت۔۱۰!

تعجب کی بات یہ ہے کہ کیمونسٹ گروہ نے اپنے مدمقابل سرمایہ دار گروہ کے سامنے ہتھیار اٹھالیے تھے جیسا کہ سوویت یونین اور باقی منظم کیمونسٹ ممالک نے ایٹمی ہتھیاروں کے معاملے، ناجائز قبضے اور امریکی سیاسی حربوں کو بے نقاب کرنے کی غرض سے اسلام اور نصرانیت درمیان مکالمہ کے لیے سیاسی کانفرنسوں کی نگرانی کی۔ جن کا خدا باپ ماسکو کا مذہبی سردار وپادری اور تمام روسی آرتھوڈکس عیسائیوں کا وزیر بمن تھا جبکہ عالم اسلام کی طرف سے مفتیٔ شام شیخ احمد کفتارو شامل تھے۔

اسی طرح مغربی حکومتوں نے نوے کی دہائی میں اسلام اور نصرانیت کے درمیان مکالمے کے مسائل کو اختیار کیا تا کہ مغربی معاشروں میں مسلمان مہاجرین کو ضم کیا جا سکے اور اسلامی ممالک میں نصرانی اقلیتوں کے پھیلاؤ کی مضبوطی کے لیے، اسلامی ممالک پر ان کے پروگراموں کو کنٹرول کرنے اور شریعت کے نفاذ کو روکنے کے لیے مساوی سہولتیں فراہم کرنے پر دباؤ ڈالا جا سکے۔

مکالمہ کے مختلف پہلو:

اسلام و نصرانیت کے درمیان مکالمہ کے تین پہلو جاری ہیں۔اس کیست کا اندازہ مختلف کانفرنسوں اور مجالس سے ہوتا ہے اور اس مکالمہ کے اہم موضوعات اور اختتامی بیانات انہی تین مقاصد کو واضح کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ا۔ہم آہنگی کا پہلو:

یہ سب سے بڑا پہلو ہے جو واٹیکن کونسل دوم کی قراردادوں سے ماخوذ ہے اور یہ اکثر بین الاقوامی، علاقائی اور مقامی کوشش کی نمائندگی کرتا ہے جس پر شرکا اتفاق کرتے ہیں۔ اس پہلو کی واضح علامات یہ ہیں:

ا۔ دوسرے مذہب پر بھی ایمان و اعتقاد رکھنا اور اس امر کو جائز قرار دینا اگر چہ دوسرے مذہب کا اعتقاد و ایمان اس ایمانِ کامل کے درجے تک نہیں پہنچتا جس کا وہ پہلے سے اعتقاد رکھتا ہو۔

۲۔ دوسروں کی اقدار کا اعتراف کرنا، ان کے عقائد و شعائر کی عزت کرنا اور ان کو غلط، گمراہ یا کافر قرار نہ دینا۔

۳۔مکالمہ کو مستقل جاری رکھنے کی غرض سے دوری پیدا کرنے والے مسائل وعقاید پر بحث سے احتراز کرنا۔

۴۔ فریق ثانی کی پہچان کی طرف دعوت اس طرح دینا جیسے وہ معروف ہونا چاہیے اور سابقہ احکام کو رفع دفع کرنا۔

۵۔من گھڑت حقائق کی اشاعت اور مکمل موافقت کو ترک کرنا اور ہر فریق کے خصائص کی حفاظت کرنا۔

۶۔ دوسرے کو اپنے مذہب کی دعوت اور اس کو اپنی طرف رغبت دلانے سے پرہیز کرنا اور اس کے برعکس کو آداب مکالمہ سے خیانت کے مترادف سمجھنا۔

۷۔ باہمی مشابہت و مواقف کے پہلوؤں کو واضح کرنا اور دوریوں اور افتراق کے اسباب کو ختم کرنا۔

۸۔ ماضی کی تاریخ کو پس پشت ڈالنے، اپنی غلطیوں پر معذرت کرنے اور ماضی کے آثار و حالات سے چھٹکارے کی دعوت دینا۔

۹۔مشترکہ اقدار کو پختہ کرنے پر تعاون کرنا۔

۱۰۔ مختلف دینی تہواروں پر تحائف مبارکبادیوں، ملاقاتوں اور اچھے معاملات کا تبادلہ کرنا۔

۲۔ دوسرا پہلو توحید:

اس پہلو کی اکثر خصوصیات وہی ہیں جو ہم آہنگی کی دعوت دینے والوں کے ہاں ذکر کی جاچکی ہیں تاہم اس کی مزید خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ تمام اعتقادات کی صحت پر یقین رکھنا اور عبادت کی تمام صورتوں کو درست جاننا۔

۲۔ مشترکہ تہواروں، رسومات اور عبادات میں باہم شرکت کرنا۔

۳۔ تیسرا پہلو باطل کی اختراع و تزئین:

اس پہلو کا مقصد مختلف ادیان و مذاہب کے ملاپ و امتزاج سے ایک جدید دین کی تشکیل، دوسروں کو اپنے سابقہ نظریات و حالات کو پس پشت ڈالنے کی دعوت اور اِس اختراعی اور گھٹیا دین کی پیروی کرنا ہے اور اس نظریے کی نمائندگی زمانہ قدیم میں فرقہ بہائیہ نے کی اور زمانہ جدید میں موزم کرتا ہے اور اس گروہ کی پیروی کرنے والے پوری دنیا میں تیس لاکھ افراد سے زائد ہیں اور یہ عالمی مجلس ادیان کے نام سے مکالمہ کے لیے کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔

حوار (مکالمہ) کی شرعی حیثیت:

لفظ حوار (مکالمہ) ایک جدید اصطلاح ہے اس کی کوئی شرعی حقیقت نہیں کہ جس پر اس کو محمول کیا جاسکے بلکہ اس پر کوئی مستقل قانونی دلیل بھی نہیں ہے کہ جو اس کے استعمال کے زاویوں کو واضح کرسکے۔ ڈاکٹر عبدالعزیز تویجری کہتے ہیں: جدید ثقافتی اور سیاسی سوچ میں حوار (مکالمے) کا مفہوم جدید مفاہیم میں سے ایک ہے اور اس کا استعمال بھی نیا ہے نیز اس مفہوم کے جدید و حادث ہونے پر یہ بات واضح دلالت کرتی ہے کہ بیسویں صدی کے آخری پچاس سالوں میں اقوام متحدہ کے وجود میں آنے کے بعد جتنے بھی عالمی معاہدے ہوئے وہ سب کے سب لفظ حوار کی طرف اشارے تک سے خالی ہیں (۱۱)۔ لہٰذا سوائے لغوی معنی کے اور کوئی معنی نہیں ہے۔ لغت میں حوار کا مادہ "حور" ہے جس کا معنی ہے ایک شے سے دوسری شے کی طرف لوٹنا اور "محاورة" کا معنی "مجاوبة" (جواب دینا) اور "تحاور" کا معنی "تجاوب" (ایک دوسرے کو جواب دینا) ہے۔ (۱۲) امام راغب نے فرمایا: محاورة وحوار کا معنی "المراوضة فی الکلام" (بحث کرنا) ہے اور اسی سے "تحاور" بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا (سورۃ المجادلۃ: ۱) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔ ۱۳

اور شاید مکالمہ میں مصروف لوگوں کا اس لفظ کو اچھا قرار دینے میں یہی راز ہو کہ اس کا نہ تو کوئی پرانا ہدف ہے اور نہ ہی اس میں لازمی طور پر ایسی شے ہے جو اس کی دعوت دینے والوں اور اس میں فوراً

داخل ہونے والوں کو تکلیف میں مبتلا کر دے۔ چونکہ اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا اس لیے اسکی وضاحت ضروری ہے جو شک وشبہ کو دور کردے اور التباس کو زائل کردے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ شرعی مکالمہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ دعوتی مکالمہ : یہ رسولوں، ان کے خلفا یعنی علمائے ربانیین اور بھلائی کی دعوت دینے والوں کا عمل رہا ہے اور یہی امتِ مسلمہ کا پروگرام اور راستہ ہے اور باقی امتوں پر اس امت کی فضیلت کا عنوان ہے اور اس مکالمہ کا مضمون کلمۃ "سوآء" ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک دلالت کرتا ہے:

"قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ O (آل عمران:۶۴)

ترجمہ: تم فرماؤ! اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان، یہ کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

اس مکالمہ کے اسلوب اور طریقہ پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا عمومی معنی دلالت کرتا ہے: "اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (سورۃ النحل:۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

اس عمومی معنی کی تخصیص اللہ کریم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: "وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ O (سورۃ العنکبوت:۴۶)

ترجمہ: اور اے مسلمانو! اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقہ سے مگر وہ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا اور تم کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو تمہاری طرف اتارا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کی بارگاہ میں سرنگوں ہیں۔

اس ارشادِ پاک کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کی اہل کتاب یعنی مدینہ کے یہودیوں، نجران کے عیسائیوں اور مختلف بادشاہوں کو خطوط کے ذریعے دعوت میں پائی جاتی ہے۔ پھر ایسے ہی صحابہ کرام، تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا نجاشی اور اس کے درباری مذہبی سربراہوں سے مکالمہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مفتوحہ علاقوں کے

باشندوں کے ساتھ معاملہ میں ہدایت و رہنمائی اور اہل کتاب کے ساتھ خطاب میں علمائے راسخین کا کردار۔

شرعی طریقۂ مکالمہ کی واضح خصوصیات:

ا۔ اہل کتاب کو اسلام کی واضح طور پر دعوت دینا اور اسلام سے پھیرنے، کمزور کرنے اور اس کو مؤخر کرنے والے امور سے روگردانی کرنا۔

۲۔ اہلِ کتاب کے ساتھ فیصلہ کن اعتقادی مسائل میں اچھے طریقہ سے مجادلہ کرنا، اُن کے شبہات کو دور کرنے کے لیے ان کے ساتھ دلیل و برہان سے مناظرہ کرنا اور اعلیٰ و مضبوط علمی اسلوب کے ساتھ ان کے دلائل کو توڑنا پھر اگر ضرورت پیش آئے تو مباہلہ بھی کرنا۔

۳۔ ان کو دعوت دینے میں سبقت کرنا جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ کا فرمان "تَعَالَوْا" (سورۃ آل عمران: ۶۴) اس پر دلالت کرتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ مسلم علاقوں میں ان کی مہمان نوازی کی جائے، ان کے وفود کا استقبال کیا جائے، ان کے لیے لٹریچر تیار کیا جائے اور ان کی دعوت پر ان کے گھروں اور ان کی محافل میں شریک ہو کر ان کو حق پر اُبھارا جائے اور یہ تمام صورتیں نبی پاک ﷺ کی ہدایات سے ثابت ہیں۔

۴۔ اچھی باتوں اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعے ان کو مانوس کرنا مثلاً ان کو ان کی شان کے مطابق حقیقی القاب سے پکارنا اور یہ نبی پاک ﷺ کا ہرقل کو لکھے جانے والے خط سے ثابت ہے کہ اس میں یہ لکھا: "اِلی ھرقل عظیم الروم، سلام علی من اتبع الھدی"۔ اور اسی طرح ان کو اچھے تعلقات سے مانوس کرنا جیسے ان کے بیماروں کی عیادت کرنا، ان کو عارضی طور پر مسجد میں نماز کی اجازت دینا اور نبی پاک ﷺ کی اتباع میں ان کے وفد کی عزت واحترام کرنا۔

شرعی وسیاسی مکالمہ:

یہ مکالمہ کی وہ صورت ہے جس کو اُمتِ مسلمہ کی تحریکات اختیار کرتی ہیں جس کے ذریعے مشترکہ فوائد اور پڑوس کی وجہ سے انسانیت کے مابین باہم زندگی گزارنے کی طبیعت اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اس قسم کے مکالمے، مشترکہ اُمور اور معاہدے حکام و اصحابِ حل و عقد کو سونپے جاتے ہیں اور شریعت کے عام قواعد اور فوائد و نقصانات کا اندازہ اس کو باضابطہ بناتا ہے۔ ایک ساتھ زندگی گزارنے میں باہم بات چیت کا یہ رنگ مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے وقت نظر آتا ہے جب نبی پاک ﷺ نے یہودِ مدینہ سے معاہدے کیے اور قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ کا پختہ فیصلہ کیا اسی طرح اہل کتاب چاہے ذمی ہوں یا مُعاہد، مُستامن ہوں یا حربی ان کے ساتھ بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں قرآن و حدیث پر مبنی فقہ اسلامی کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

۳۔ مکالمہ کی بدعتی صورت:

یہ مکالمہ دینی امور میں سستی، فضول خرچی، ہر بات کو تسلیم کرنے، حق کو چھپانے، باطل سے خاموش رہنے، باہم محبت و دوستی رکھنے اور غیر مسلموں سے تعاون کرنے کا مکالمہ ہے اور موجودہ زمانہ میں اس بُرے مکالمہ کے اعتراف کرنے والے بہت سے لوگ اس کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے دین میں ایسی گنجائش اور وسعت ہے جو تنگی اور تعصب کے منافی ہے جو اسلام کے مبلغین کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کی سہولیات سے فائدہ اٹھانے کو جائز قرار دیتی ہے تاکہ وہ پوری دنیا کو انبیاء و رُسل کی دعوۃ الی توحید رب العالمین کے لیے پیش قدمی کریں: "هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ O (سورة الصف:۹)

حواشی

نوٹ: مندرجہ ذیل حواشی اصل مضمون کے مطابق ہیں۔ وقت کی کمی کے باعث اس کے نقائص دور نہیں کیے جاسکے۔

۱۔ رواہ مسلم، رقم الحدیث:۱۷۷۳۔

۲۔ بخاری، رقم الحدیث:۷، مسلم، رقم الحدیث:۱۷۷۳۔

۳۔ مسلم، رقم الحدیث:۲۸۹۸۔

۴۔ الکتاب المقدس ومؤمنو الادیان الاخری، ص۸۱۔۸۲۔

۵۔ المجمع الفاتیکانی الثانی، ص:۳۱۲۔

۶۔ حوار و بشارہ، ص:۲۵،۳۰۔

۷۔ لکتاب المقدس ومؤمنو الادیان الاخری، ص:۷۰۔

۸۔ الانجیل والاسلام، المعتر جم الی العربیہ بعنوان: التنصیر خطة لغزو العالم الاسلامی، ص:۷۷۔

۹۔ هرطقات فر یسیة، جورج حنا، ص:۸۔

۱۰۔ المرجع السابق، ص:۹۔

۱۱۔ الحوار و التفاعل الحضاری من منظور اسلامی، ص:۷۔

۱۲۔ لسان العرب، ۲۸۳/۴۔

۱۳۔ مفردات القرآن، (۱۳۵)

0000000

باطلین سے متعلق متفقہ موقف سے علمائے اہل سنت کا انحراف کیوں؟

از: محمد سراج الدین شریفی، سہسرام، بہار

پچھلے چودہ سو سال سے ملتِ اسلامیہ مختلف فرقوں میں بٹی چلی آرہی ہے۔ ان میں سے کچھ فرقے ایک دوسرے کو باطل، کافر کہتے اور لکھتے آرہے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ آج بھی یہ اُمت کئی فرقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ ان میں سے سوائے اہل سنت و جماعت کے بقیہ اکثر فرقے ایک دوسرے کے ساتھ دینی، معاشرتی، ازدواجی تعلقات بنائے ہوئے ہیں۔ وہ عام طور پر عقاید کے تعلق سے آپس میں جھگڑتے نہیں ہیں۔ صرف اہل سنت و جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جو سیکڑوں سال سے بقیہ تمام فرقوں سے اپنی الگ شناخت بنائے ہوئی ہے۔ اور اپنے متفقہ موقف پر قائم ہے۔ اس ضمن میں وہ اپنے آپ کو حق اور دوسروں کو باطل کہتی اور لکھتی آرہی ہے۔ خاص طور پر پچھلے دو سو سالوں سے یہ جھگڑے اپنے عروج پر ہیں۔ عقاید سے متعلق یہ جھگڑے اہل سنت و جماعت بمقابلہ وہابیت (جس کی کئی شاخیں ہیں) غیر مقلدیت اور شیعیت (اس کی بھی کئی شاخیں ہیں)۔ جہاں تک قادیانیت کا سوال ہے تو یہ فرقہ پچھلی صدی کے آخر میں بالاتفاق خارج از اسلام قرار دیا جا چکا ہے۔

ناچیز پچھلے پینتیس ۳۵ سالوں سے دینیات کا مطالعہ اہل سنت و جماعت کے زاویے سے کر رہا ہے۔ اس دوران اس نے پایا ہے کہ قرآن کریم کی آیت **"جاء الحق وزھق الباطل"** ایمان و کفر کے معنی میں نازل ہوئی ہے۔ تفسیر خزائن العرفان اور دیگر کئی تفاسیر میں یہی معنی بیان ہوا ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی مشہور تصنیف "جاء الحق" اسی معنی کو بیان کرتی ہے۔ جسے نئی نسل کے علما پڑھنا بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ اور حدیث افتراقِ اُمت کے تحت علمائے اہل سنت صرف اپنے آپ کو ناجی اور بقیہ دوسروں کو ناری کہتے اور لکھتے آرہے ہیں۔ پچھلے دو سو سالوں سے علمائے اہل سنت نے مذکورہ چاروں فرقوں کا رد و ابطال کیا ہے اور انھیں باطل، کافر، بے دین، ملحد، بد دین، بدمذہب، ناری، جہنمی، گمراہ، الکفر ملۃ واحدۃ، یہود و نصاریٰ کا ایجنٹ وغیرہ کہا اور لکھا ہے۔ ان دو سو سالوں میں لاکھوں کتابیں، کروڑوں مضامین اور اربوں ردّ و ابطال، کی تقریری مجلسیں سجائی گئی ہیں۔ ہزاروں مجادلے و مناظرے، کتنے ہی خون خرابے اور مقدمے بازیاں ہوئی ہیں۔ یہ عمل آج بھی شدومد کے ساتھ جاری ہے۔ برصغیر ہند و پاک میں مذکورہ چاروں فرقوں کے متبعین اور سنیوں کے درمیان دینی، معاشرتی یا ازدواجی رشتہ قایم نہیں ہو سکا ہے۔

کیونکہ سُنّیوں کے نزدیک ایسا کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح ان سے سلام کرنا یا ان کے سلام کا جواب دینا بھی ناجائز ہے۔ ان حقایق کے پیشِ نظر ظاہر ہے کہ چاروں فرقوں کے علما اور ان علما سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے اہل سنت کے نزدیک خارج از اسلام ہیں۔ البتہ ان کے عام متبعین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

ناچیز کے نزدیک پچھلے دو سو سالوں سے اہل سنت و جماعت کا اجتماعی طور پر دوسرے فرقوں سے متعلق یہی موقف رہا ہے اور اسی معنی میں لکھتے، بولتے اور عمل کرتے آرہے ہیں۔ لیکن اب کچھ علما قرآن و حدیث کے مسلمہ و متفقہ معنی و موقف سے بالکل الگ موقف اختیار کر چکے ہیں۔ وہ اتنے بے باک ہیں کہ اپنے موقف کا کھلم کھلا اظہار ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ اس سلسلے میں عام بحث کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ وہ تحقیق کے جاذب و دل فریب پردے میں کر رہے ہیں۔ اُن کی تحقیقات کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ وہابی، غیر مقلدین اور شیعہ وغیرہ بھی ناجی ہیں جبکہ اہل سنت و جماعت کا متفقہ موقف رہا ہے کہ صرف سُنّی ہی، ناجی ہیں اور بقیہ سب ناری ہیں۔

ناچیز کی اس تحریر کا محرک مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی کی وہ تحریر ہے جو مئی تا اگست ۲۰۰۵ء تک "جامِ نور" کی چار قسطوں میں بعنوان "حدیثِ افتراقِ اُمت تحقیقی مطالعے کی روشنی میں" شائع ہوئی ہے۔ جناب قادری صاحب نے اپنی ناقص تحقیق کے ذریعے عوام و خواص کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اہل سنت کے علاوہ بقیہ دوسرے فرقے بھی ناجی ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریر کو بااثر بنانے کے لیے حافظ "ابن تیمیہ" کی تحریر بطور دلیل پیش کی ہے۔ یہ وہی حافظ ابن تیمیہ ہیں جن کا علمائے اہل سنت نے ردّ و ابطال کیا ہے۔ انہوں نے علمائے باطلین، مستشرقین کے علاوہ منکرین حدیث وغیرہ کی ناقابلِ اعتنا تحریرات کو بے جا اہمیت دیتے ہوئے انہیں پیش کیا ہے اور اُن پر فضول بحثیں کی ہیں۔ قادری صاحب کی تحریر کا مفہوم یہ ہے کہ بقیہ بہتر ۷۲ فرقے "دخول فی النار" کے تحت آتے ہیں۔ یعنی وہ گم راہ ہیں اور گم راہیوں کے سبب اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر یا بفضلِ الٰہی یا سفارش پا کر جنت میں جائیں گے۔ جب کہ اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ چونکہ بہتر ۷۲ فرقے والے اپنی بدعقیدگیوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے اس لیے وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے جبکہ فرقۂ ناجیہ کے گنہگار اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جائیں گے اور اپنے گناہوں کے بدلے سزا بھگت کر واپس جنت میں آجائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

قادری صاحب کی مذکورہ تحقیق کا منشا کیا ہے اور وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں یہ جاننے کے لیے اُن کے تحریری اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اس افتراق کا ایک بُرا اور حتمی اثر یہ ہوا کہ ملتِ اسلامیہ غائب ہوگئی اور اس کی جگہ فرقوں نے لے لی۔ ایک جبہ و دستار والے نے راقم الحروف سے پوچھا کہ جو لوگ یوروپ اور امریکہ میں حلقۂ بگوش

اسلام ہو رہے ہیں وہ نظریاتی طور پر کس مسلک سے وابستہ ہو رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ مولانا ''وہ مسلمان ہو رہے ہیں''۔ اس جواب پر صاحب جبہ و دستار نے مجھے کچھ ایسی غضب ناک نگاہوں سے دیکھا کہ جیسے میں نے یہ کہہ کر کسی نئے فرقے کی بنیاد رکھ دی ہو۔'' (ماہ نامہ جام نور، مئی ۲۰۰۵ء صفحہ ۱۱)

''بعض ظاہر پرست، غالی اور متشدد اہل قلم نے ان ۷۲ بہتر فرقوں کو کافر مان کر ان میں تمام اشاعرہ، ماتریدیہ اور صوفیہ وغیرہ کو بھی شامل کرتے ہوئے سب کو ملت اسلامیہ سے خارج گردانا ہے۔ ایسے غالی لوگوں کو حافظ ابن تیمیہ کی یہ عبارت پیش نظر رکھنا چاہیے ''اور جس نے یہ کہا کہ ۷۲ کے ۷۲ فرقے کافر ہیں ایسے کہ ملت سے خارج ہو رہے ہیں، اس نے کتاب و سنت اور اجماع صحابہ کی مخالفت کی بلکہ اس نے ائمۂ اربعہ کے اجماع کی مخالفت کی اس لیے کہ ان میں سے کسی نے ان ۷۲ میں سے ہر ایک فرقے کی تکفیر نہیں کی ہے۔'' (ماہ نامہ جام نور، اگست ۲۰۰۵ء ص ۹)

اور خلاصۂ بحث کے تحت لکھتے ہیں کہ ''حدیث کے الفاظ میں ''کلها فی النار'' سے ''خلود فی النار'' نہیں بلکہ صرف ''دخول فی النار'' مراد ہے۔ اہل قبلہ کی تکفیر بہت نازک مسئلہ ہے اس میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے، حتی الامکان تاویل کر کے تکفیر سے زبان کو روکا جائے گا۔ فرقۂ ناجیہ کے علاوہ باقی فرقے گمراہ اور گمراہ گر ہوں گے۔ ان کے شر سے عوام کو متنبہ کرنے کے لیے ان کا ردّ و ابطال کیا جائے گا۔'' (ایضاً ص ۱۳)

قادری صاحب کی تحریرات و مفروضات پر کئی سوالات کھڑے ہو گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ پچھلے سیکڑوں سالوں سے علمائے اہل سنت سے قرآن و احادیث کا وہ معنی کیسے چھپا رہ گیا جسے آج پندرھویں صدی ہجری کا ایک ادنیٰ عالم ظاہر و باہر کر رہا ہے؟ دوسرے یہ کہ باطلین کے معاملے میں علمائے اہل سنت نے جو موقف اختیار کیا اس سلسلے میں قادری صاحب کے آبا و اجداد نے علمائے اہل سنت کا ساتھ کیوں دیا؟ تیسرا یہ کہ اگر ۷۲ فرقے ناری نہ ہو کر صرف گمراہ ہیں یعنی گنہگار ہیں تب ان کی ابطال کی کیا ضرورت ہے؟ (گنہگار کی ابطال کی بجائے اصلاح ہونی چاہیے) چوتھا یہ کہ پھر کیوں نہ چودہ سو سالہ جھگڑے کی بنیاد کو گرا دیا جائے، اس کے ساتھ ہی تمام ۷۳ فرقے کو ناجی مانتے ہوئے انہیں اب ایک ہی زمرے میں شامل کر دیا جائے۔ کیوں نہ اب تمام آپسی جھگڑوں کو ناجائز گردانتے ہوئے بند کر دیا جائے، کیوں نہ اب ردّ و ابطال کی تحریری و تقریری روشوں کو ترک کر دیا جائے، کیوں نہ مجادلانہ و مناظرانہ سلسلے کو ہمیشہ کے لیے روک دیا جائے، کیوں نہ اب تکفیر کی تلوار توڑ دی جائے، کیوں نہ اب علمائے اہل سنت اپنی تمام صلاحیتوں کو بجائے ردّ و ابطال کے صلح کلیت کے لیے جھونک دیں اور اپنے تمام تکفیر خانوں کو مقفل کر دیں؟ بہت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت مذکورہ مسئلے میں اپنے موقف کا واضح اعلان کریں اور مذکورہ تحریر کا سخت نوٹس لیں۔ اگر

قادری صاحب کا موقف صحیح ہے تو ان کے موقف کی موافقت کریں ورنہ مولانا اسید الحق اور مولانا خوش تر جیسے دیگر علما کے خلاف جو ایسے روایت شکن افکار ونظریات رکھتے ہیں یا وہ علما جو ذاتی مفادات کے تحت انفرادی طور پر دین وملت کے نام پر باطل علما سے اشتراک وتعاون کررہے ہیں ان کے خلاف سخت ترین شرعی کارروائیاں کی جائیں۔ کیونکہ آج پوری دنیا کے مسلمانوں کی ذلت وخواری، تباہی وبربادی کی سب سے بڑی وجہ مذکورہ مسئلہ ہی ہے۔ جس کے تحت بڑے بڑے فرقے ایک دوسرے کے دشمن کا کردار ادا کررہے ہیں۔ یہود ونصاریٰ کی سازشیں یا خود مسلمانوں کا انگریزی تہذیب واقدار پر فریفتہ ہونا یا آخرت کی کامیابی پر دنیا کی کامیابی کو ترجیح دینا اور اپنے اسلامی تہذیب واقدار کو تحقیرانہ نظر سے دیکھنا تو دوسرے اور تیسرے درجے کی وجوہات ہیں۔ حیرت ہے کہ مذکورہ تحریر کی ابتدا سے اب تک سات مہینے کا عرصہ گذر چکا مگر اب تک کسی عالم نے گرفت کیوں نہیں کی؟ بجائے اس کے کچھ علما نے اسے سراہا ہے اور کچھ نے اسے بیش بہا تک کہہ دیا اور لکھ دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆
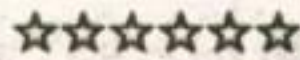
فقیر ایک عرصہ سے "تقاریظ امام احمد رضا" مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ ابھی تک تیس ۳۰ تقاریظ تک رسائی ہوسکی ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ اگر کسی کے پاس ایسی کتاب ہو جس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی تقریظ ہو تو اس تقریظ کی عکسی نقل، کتاب اور مصنف کے مختصر تعارف کے ساتھ درج ذیل پتے پر ارسال فرمادیں۔ تقریظ ان کے شکریہ کے ساتھ کتاب میں شامل کی جائے گی۔ ان شاء المولیٰ کتاب طباعت کے مراحل طے کررہی ہے لہٰذا پہلی فرصت میں ارسال کرنے کی کوشش فرمائیں۔

المعلن: سید صابر حسین شاہ بخاری،

ادارہ فروغ افکار رضا، برہان شریف، ضلع اٹک، پوسٹ کوڈ نمبر 43710، پاکستان

موبائل 03015437701

ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آپ کہیں جارہے تھے کہ کسی نے آپ کو پیچھے سے دو پتھر مارے جو آپ کی کمر میں زور سے لگے۔ آپ نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا تو پتھر مارنے والے نے کہا کہ حضرت آپ نے ہی تو کہا تھا جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اللہ کی جانب سے آتی ہے۔ پھر میری جانب کیوں دیکھ رہے ہیں۔ تو حضرت ابو سعید ابو الخیر نے فرمایا! کہ بے شک جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اللہ کی ہی جانب سے آتی ہے۔ میں تو صرف یہ دیکھ رہا ہوں کہ انتخاب کس بدبخت کا ہوا ہے"۔

بعد وصال بھی فتویٰ دیتے ہیں

از:- محمد نعیم برکاتی قول پیٹ، ہبلی (کرناٹک)

یہ بات میرے لئے لائق صد تحسین ہے کہ سابقہ ماہ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ کے آخری عشرہ کی ایک شب (صبح صادق کے قریب) مجھے خواب میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس وقت کیفیت یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سفید عمامہ شریف اور سفید لباس میں ملبوس، سنت کے مطابق ریش مبارک تھی۔ بڑی ہی اعلیٰ و بزرگانہ شان سے آپ ایک اونچی جگہ پر جلوہ افروز تھے۔ اس وقت میں نے آپ علیہ الرحمہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، جس کا تسلی بخش جواب بھی آپ نے مجھے عنایت فرمایا۔ لیکن افسوس کہ اس خواب سے میں جب بیدار ہوا تو مسئلہ مکمل طور پر میرے ذہن میں محفوظ نہیں رہا۔ ورنہ وہ بھی تحریر کر دیتا۔

صبح جب میں بیدار ہوا اور بعد نماز فجر اپنی اہلیہ محترمہ سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو خواب سن کر محترمہ نے بے ساختہ کہا: سبحان اللہ! ...... کیا کہنے میرے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے! بعد وصال بھی فتویٰ دیتے ہیں!

یہاں پر ایک بات بڑی غور طلب ہے۔ وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی حیات مبارکہ میں اللہ کے پیارے حبیب ﷺ سے جو تمنا ظاہر کی تھی، اسے آپ ﷺ نے پوری فرمادی ہے اور بعدِ وصال آج بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے میرے آقا ﷺ وہی کام لے رہے ہیں، جس کی تمنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے اس شعر میں کی تھی ۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ☆ ٹھیک ہو نامِ رضا، تم پہ کروروں درود

نیز میرے اس خواب کی زندہ تعبیر شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا مولوی حشمت علی خاں صاحب پیلی بھیتی قدس سرہٗ کا وہ واقعہ ہے، جسے میں نے آج سے تقریباً پندرہ بیس سال قبل اپنے محلہ قول پیٹ کی ہاشمی مسجد میں جمعہ کے ایک بیان میں حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب رضوی مدظلہ العالی سے سماعت فرمایا تھا۔ اور وہ یہ کہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہٗ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد بھی ان کے مزار پرانوار پر شب میں حاضر ہوکر دینی خدمات میں اُن سے مشورہ لیتے اور اپنے مسائل کو حل فرمالیا کرتے تھے۔ جس کا تسلی بخش جواب آپ علیہ الرحمہ انھیں عنایت فرمادیا کرتے تھے۔

اتفاق سے اسی سال رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ میں حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب رضوی مدظلہ العالی خود اپنے وطن الہ آباد سے "دارالعلوم گلشنِ اجمیر" کے تعاون کے سلسلے میں میری دوکان پر بھی تشریف لائے تھے تو اس وقت میں نے ان سے اس واقعہ کو دوبارہ سماعت فرمایا اور پھر اسے نقل فرما کر ان کے حضور اس کی صحیح و تصدیق کے لئے پیش کیا تو آپ نے اس واقعہ کی تصدیق بھی فرمادی۔ حصدقہ اصل کاپی پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں ......

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب رضوی سابق صدر المدرس دار العلوم اہل سنت غوثیہ، ہبلی (کرناٹک) و حالیہ صدر المدرس دار العلوم گلشنِ اجمیر، الہ آباد کا بیان ہے کہ وہ ایک مرتبہ پیلی بھیت (یوپی) تشریف لے گئے تھے تو اُس وقت حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب پیلی بھیتی قدس سرہٗ کے صاحب زادے نے انھیں یہ واقعہ سنایا۔

بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں ایک حکیم صاحب رہتے تھے، جن کا مکان آستانہ اعلیٰ حضرت کے قرب و جوار ہی میں تھا۔ اور روزانہ حکیم صاحب کو اپنے مکان پہنچنے کے لیے مزار اعلیٰ حضرت کے قریب ہی سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا.......... ایک روز شب میں کسی کام کی خاطر انھیں اپنے مکان پہنچنے میں دیری ہوئی۔ رات میں اُس وقت جب وہ مزار اعلیٰ حضرت کے قریب سے ہو کر گزر رہے تھے تو انھیں اندر سے گفتگو کی آواز سنائی دی۔ حکیم صاحب چونک پڑے اور وہیں ٹھہر گئے۔ پاس ہی دروازے پر لٹکے ہوئے پردے کو ذرا سا ہٹا کر اندر جھانکا، تو کیا دیکھا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لا کر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے ہمراہ محو گفتگو ہیں۔ حکیم صاحب کچھ دیر وہیں رُکے رہے۔ پھر جب حضرت شیر بیشۂ اہلسنت نے اپنی گفتگو ختم کر کے باہر نکلنے کی اجازت چاہی تو حکیم صاحب خوفزدہ ہو کر فوراً وہاں سے بھاگ نکلے۔

رات میں ان کے جوتوں کی آہٹ کو سن کر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے انھیں سختی سے ڈانٹا اور پاس بلا کر فرمایا کہ اس وقت جو کچھ تم نے ملاحظہ کیا، اس راز کو میری حیات تک کسی دوسرے کے سامنے ظاہر نہ کرنا۔ پھر جب حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہٗ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اتفاق سے ان کے علاج کے لیے اُس وقت بریلی شریف سے اسی حکیم صاحب کو بلایا گیا۔ لیکن زندگی نے ساتھ نہیں دیا پھر جس وقت آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا تو اُس وقت حکیم صاحب نے مذکورہ بالا واقعہ سنایا۔

محترمی! سلام مسنون

آپ خود شاندار قلم کار ہیں واقعہ ایسے ہی ہے جیسا آپ نے تحریر کیا ہے۔ فقط دعا گو

غلام مصطفیٰ رضوی ۲۵ رمضان المبارک

اس کی ایک اور مثال کتاب ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کے اس واقعہ میں بھی آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ نصف گذر چکا ہے۔ خدامِ آستانہ (سید ایوب علی وقناعت علی) نقشہ سحری و افطار برائے رمضان المبارک بالکل مکمل کر چکے ہیں۔ دن کے نو یا دس بجے کا وقت ہے۔ بادِ سموم دمبدم ترقی کر رہا ہے۔ پھاٹک کے بالا خانہ میں غرب رویہ دروازہ سے مزارِ پُر انوار اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے نظر آ رہا ہے جسے دیکھ دیکھ کر اس وقت قلوب بے چین و بے قرار ہیں، آنکھیں اس قامت زیبا کے تصور میں محو اور آنکھوں سے سیلاب اشک بے طرح اُمنڈ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنین ماضیہ میں جب کہ حضور بحیات تھے دستور تھا کہ بعد تکمیل نقشہ مذکور پیش کیا جاتا اور باواز بلند پورے ماہ مبارک کا سال گزشتہ کے اوقات سے روبرو بیٹھ کر موازنہ ہوا کرتا تھا کہ اگر کہیں کچھ خالی ہوا اگرچہ سیکنڈ کے

ہزارویں حصہ کی، فوراً ٹوک دیتے اور جانچ کرنے پر واقعی کسر کسرات نکلتے اور اسے دور کر دیا جاتا۔ حالانکہ وقت پر اس کا اثر کیا پڑسکتا تھا، سیکنڈ کا ہزارواں حصہ ہوا ہی کتنا، تاہم اعلیٰ حضرت احتیاط فرماتے تھے۔ وصال شریف کو تقریباً چھ ماہ ہوئے تھے، مزار مبارک خام تھا۔ دل ڈھونڈ رہا تھا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ پہلا نقشہ ماہ مبارک کا تیار ہوا ہے۔ لہٰذا اس دستور کو برقرار رکھنے کے لیے ہم دونوں نے مواجہہ اقدس میں حاضر ہوکر دھوپ میں چٹائی بچھا کر کہ زمین تمازت آفتاب سے گرم ہو رہی تھی، اسی طرح بآواز بلند تمام اوقات کا موازنہ شروع کر دیا اور یہ پہلے سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی جگہ غلطی ہوگی تو ان شاء اللہ ہمیں ضرور القاء فرمایا جائے گا۔ چنانچہ درمیان میں دو جگہ مشتبہ پایا، فوراً نشان بنا لیا کہ دفتر جماعت میں پہنچ کر نظر ثانی کر لی جائے گی۔ اس کے بعد فقیر نے نقشہ مذکور مزار شریف کی چادر مبارک کے نیچے رکھ کر فاتحہ خوانی کی اور دفتر میں آ کر ان مشکوک مواقع کے اعمال پر نظر ڈالی تو فی الحقیقت ایک جگہ سیکنڈوں میں ایک اعشاریہ کا دوسرا حصہ اور دوسری جگہ اعشاریہ کا تیسرا درجہ غیر منتظم پایا یعنی ایک جگہ سیکنڈ کا ۱۰۰/۱ اور دوسری جگہ ۱۰۰/۱ حصہ بے ترتیب تھا تو درست کیا ہی تھا کہ اتنے میں مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی جو اس زمانہ میں "مسجد بی بی جی" کے شمالی حجرہ میں رہتے تھے، تیز قدم آنکھیں ملتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم! میں نے کہا وعلیکم السلام! کیسے گھبرائے ہوئے اس وقت دھوپ میں آنا ہوا؟ فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شانۂ اقدس کے شمالی رویہ دالان میں چار پائی پر اس طرح لیٹے ہیں جس طرح اس وقت مزار پاک میں آرام فرما رہے ہیں۔ اور پائینتی کی جانب بڑے مولانا صاحب (حضرت حجۃ الاسلام جناب مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب فرزند اکبر) اسی چار پائی پر تشریف فرما ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ جو برابر چار پائی بچھی ہے اس پر بیٹھے ہیں، جنہیں میں پہچانتا نہیں ہوں۔ اور آپ دونوں (سید ایوب علی و سید قناعت علی صاحب) بھی ہیں۔ حضور کے بائیں ہاتھ میں کوئی کاغذ ہے اور داہنے ہاتھ میں قلم۔ اور پہلوئے راست میں دوات رکھی ہوئی ہے اور نہایت تیزی کے ساتھ اس کاغذ پر اس طرح لیٹے لیٹے ارقام فرما رہے ہیں جیسے ابھی ان حاضرین میں سے کسی کو لکھ کر وہ کاغذ دینا ہے۔ بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

پیارے سنی بھائیو! امام اہلسنت کے فدائیو! مولوی حشمت علی صاحب کے اس بیان کو خواب پر محمول نہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ہے، خواب نہیں کہ عین اسی وقت مولوی صاحب موصوف یہ منظر دیکھتے ہیں جس وقت فقیر نقشہ رمضان شریف چادر مبارک میں فاتحہ خوانی میں مصروف ہوتا ہے۔ میں اس پر لکھ چکا ہوں کہ بر وقت موازنہ سال گزشتہ و سنہ حال دو مشکوک مقام مجھ پر القاء فرمائے گئے تو کہا جاسکتا ہے کہ خود ہی اغلاط گرفت میں آئے ہوں گے۔ بر بنائے عقیدت شیخ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس واقعہ سے یقین کامل ہوگیا کہ فی الحقیقت نقشہ مذکور کی خود حضور نے کی صحت فرمائی۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول صفحہ نمبر ۹۵۸ تا ۹۵۶، ترتیب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مطبوعہ لاہور)

رضا نامے

☆خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد، پاکستان

آپ کی طرف سے ارسال کیے گئے افکار رضا (جنوری تا مارچ ۲۰۰۵ء بمطابق ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ تا محرم الحرام ۱۴۲۶ھ) کے پانچ رسالوں کا پیکٹ موصول ہوا، بہت خوشی ہوئی، جزاکم اللہ احسن الجزاء، آمین۔ جید علماء وفضلاء کی انجمن میں مجھ ایسے کم مایہ کو شامل کرنا آپ کی محبت اور ذرہ نوازی کی دلیل ہے۔

آپ کے کئی بار کے ای میل اور فون کرنے سے آخر کار مجھے افکار رضا (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء اور جنوری تا مارچ ۲۰۰۵ء) کے مقالات اور مضامین پر تنقیدی اور اصلاحی تبصرہ کرنا ہی پڑا۔ افکار رضا کے علمی مضامین پر اپنی رائے کا اظہار کرنا اگرچہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن آپ کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نامناسب محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے حسب ارشاد ان دو شماروں کے مشمولات کی کمزور جوانب اور ناقص گوشوں کا حاصلِ مطالعہ بالاختصار ترتیب وار باری باری حاضر خدمت ہے۔

سہ ماہی افکار رضا ... اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء

غلط کلمات و عبارات کی تصحیح:

اغلاط کی اس فہرست میں وہ اغلاط شامل نہیں ہیں جن کا ادراک کرلیا گیا اور انہیں 'افکار رضا اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء' کے صفحہ 25 اور 113 پر شائع کردیا گیا۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
3	۲۱	المُوتُ	المَوْتُ
20	۱۹	اضافته تشريف	اضافة تشريف
20	۲۱	بيانيته	بيانية
20	۲۳	بلا واسطته شئى	بلا واسطة شيء
28	۶	خادعوهم	خادعهم
30	۲۲	احياء العلوم الدين	احياء علوم الدين
34	۱۳	الجامع الاحكام القرآن	الجامع لاحكام القرآن
59	۳	هذالحزين	هذا الحزين
96	۱۲	لا مشاحت	لا مشاحة
105	۲۶	بتايه	بتايا

107	۱۷	بعدہٗ	بعدہٗ
120	۲۴	الصواعق الهية	الصواعق الالهية

جملوں اور محاوروں میں اغلاط:

ص 23، سطر ۱۹: 'میں نے اپنی روح آدم میں پھونکا'۔ یہ غلطی تو آسانی سے سمجھ آجاتی ہیں لیکن ص 96، سطر ۲۱ کے اس جملے: 'ایک عالم سعید باہسیل' کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔

مضامین کے افکار ونظریات کے متعلق رائے:

ا۔ اگر ہم قرآن مجید کی سورتوں پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہم انہیں پہلے تو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک قسم سورتوں کی وہ ہے جن کے نام حروف مقطعات ہیں مثلاً طٰہٰ، یٰسٓ، صٓ وغیرہ۔ بقیہ اسمائے سور کو مزید دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: وہ نام جو معرف باللام ہیں مثلاً الفاتحہ، الحجرات، المعارج وغیرہ؛ اور وہ جو معرف باللام نہیں ہیں مثلاً یونس، مریم، سبا وغیرہ۔ ہم قرآن مجید کا کوئی سا چھاپا دیکھ لیں سورتوں کے ناموں کی تقسیم یہی نظر آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنی تحریروں میں جب بھی کسی سورۃ کا حوالہ دیں تو اس کے نام کو لکھتے وقت مذکورہ بات کا خاص خیال رکھیں ورنہ یہ ایک قسم کی تحریف فی کتابت اسماء السور ہوگی۔ یہ بات اس لیے لکھنی پڑی کہ افکارِ رضا کے مضامین میں بعض اوقات اس کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ یہ قرآن مجید کی سورتوں کے اسماء سے ایک طرح کی غفلت شمار ہوسکتی ہے۔ یہ عیب ہے اس سے اجتناب کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔

۲۔ دوسری بات "سورۃ" کی کتابت کے متعلق ہے۔ بعض حضرات یا تو اسے "سورہ" لکھتے ہیں یا پھر "سورۂ"۔ علم التجوید کا ایک قاعدہ ہے کہ جب گول تاء یعنی 'ۃ' پر وقف کیا جائے گا تو اسے ہاء یعنی 'ہ' پڑھیں گے لیکن اس کی کتابت ہر حال میں 'ۃ' ہی رہے گی۔ اسی بات کو پیش نظر رکھ کر دیکھیں کہ جب بھی قرآن مجید میں کسی سورۃ کا آغاز ہوتا ہے تو بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم سے پہلے اس سورۃ کا نام لکھا جاتا ہے۔ مثلاً سورۃ یٰسٓ، سورۃ الروم، سورۃ الفاتحۃ وغیرہ یعنی 'سورہ' نہیں بلکہ 'سورۃ' اور یہ کہ سورۃ کی ۃ پر پیش ہوتا ہے نہ کہ ہمزہ۔ اس لیے مجلّہ افکارِ رضا کے مقالہ نویسوں اور کاتبین (کمپوزر) کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی پیروی کے شائبے سے بھی بچیں اور قرآن مجید سے متعلق ہر شے کی اصلیت کو برقرار رکھیں، چاہے وہ مصحف کے اندر ہو یا باہر ہماری کسی تحریر میں۔ شاید کچھ حضرات یہ فرمائیں گے کہ سورۃ الفاتحۃ کو سورۂ الفاتحہ لکھنا اگرچہ فارسی ترکیب ہے لیکن اس کا چلن ہے، یہ متداول ہے، لکھی اور سمجھی جاتی ہے اس لیے کوئی حرج نہیں لیکن ان سے گذارش ہے کہ فارسی کا تعلق اہلِ فارس اور ان کی زبان فارسی سے ہے جبکہ عربی ترکیب کا تعلق عربی زبان اور اُمت کے والی، نبیوں کے سردار اور مدینہ کے

تاجدار سے ہے۔ قرآنی تراکیب کا آغاز و استعمال مکہ و مدینہ کی فضاؤں سے ہوا تھا نہ کہ فارس کے آتش کدوں سے، ان تراکیب کی اصل کا تعلق ہمارے ایمان کی جان سے ہے نہ کہ فارسی زبان سے۔ اس لیے ہماری ہر سوچ کا اور ہمارے قلم کی ہر نوک کا رُخ اصل سے منحرف نہ ہونے پائے۔

۳۔ محترم ڈاکٹر صابر حفظہ اللّٰہ الکریم کا لسانی جائزہ ختم ہوا۔ قرآنی علوم کے مشتاقان کے لیے یہ سلسلہ بہت ایمان افروز اور فکر انگیز تھا۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کے لیے اس پر نظر ثانی کریں، اس میں حذف و اضافے فرمائیں اور اس جائزے کی روشنی میں "اردو میں ترجمۂ قرآن کے اصول و ضوابط" نامی ضمیمے کا اضافہ ضرور فرمائیں۔

۴۔ "نور من نور اللّٰہ" کا صحیح مفہوم از خلیل احمد رانا بہت معلوماتی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ ان کے حوالے دینے کا انداز جدید اصولِ تحقیق کے قریب ہے لیکن اس میں بہتری کی گنجائش بہر حال ہے۔ اگر وہ کسی طرح عربی کتابت کی غلطیوں پر قابو پالیں تو یہ ان کی تحریر کو چار چاند لگا دے گا۔

۵۔ افکار رضا اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء میں سب سے طویل مقالہ محترم نعیم برکاتی صاحب کا ہے لیکن جتنی اغلاط اس میں ہیں کسی اور مقالے میں نہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اس مقالے کی کس کس غلطی کی نشاندہی کروں اور کس کس کو چھوڑوں۔ اس کا شاید ہی کوئی صفحہ غلطیوں سے خالی ہو۔ مثال کے طور پر صرف چند ایک کی طرف اشارہ کیے دیتا ہوں۔

i۔ ص 26 پر انہوں نے سورۃ الماعون کی تین آیات نقل کرنے کے بعد ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ ترجمہ کنزالایمان سے نہیں ہے۔ جہاں سے انہوں نے لیا ہے اس کا حوالہ ۷ کے تحت یہ دیا ہے: یا ایھا الذین امنوا جلد اول صفحہ ۲۳۱۔ قرآن کی کسی آیت کے ترجمے کا حوالہ اس طرح دینا چہ معنی دارد؟

ii۔ ص 27 پر پہلی سطر یہ ہے: "صاحب روح البیان فرماتے ہیں....." یہ نقطے بھی انہی کے ہیں لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ اس کے بعد آپ کو صاحب روح البیان کی کوئی بات نہیں ملے گی۔ اس کی بجائے ایک ذیلی عنوان "ریاء کی حرمت قرآن کریم میں:۔" ملے گا۔

iii۔ ص 27 پر دو حاشیے جن کو ۱۴ اور ۱۵ کے نمبر دیئے وہ کنزالایمان سے لیے گئے ترجمہ کے لیے ہیں لیکن ۱۴ والی عبارت میں بریکٹ (ساتھی) اور ۱۵ والی عبارت میں (شیطان) مذکور ہے۔ یہ بریکٹیں اور ان کے اندر کے الفاظ کنزالایمان کی محولہ عبارات میں نہیں ہیں۔

iv۔ جس عبارت کو انہوں نے حوالہ نمبر ۲۷ میں ذکر کیا ہے وہ ص 37 پر بھی موجود ہے۔ یہ بے فائدہ تکرار ہے۔

v۔ ص 40 پر انہوں نے سورۃ الکہف کی ایک آیت نقل کی ہے۔ حوالہ کے لیے اسے 95 نمبر دیا ہے۔

اس کے بعد جن عبارات کو نقل کیا ہے انہیں بالترتیب ۹۶ اور ۹۷ کے نمبر دیئے ہیں اور حوالہ جات میں ان نمبروں کے آگے ایضاً اور ایضاً صفحہ ۹۴ لکھا ہے۔ یہ طریقہ گمراہ کن ہے کیونکہ ایضاً سے پہلے انہوں نے سورۃ الکہف کا حوالہ دیا ہے جبکہ ۹۶ والی عبارت امام شافعی کا قول ہے اور ۹۷ کا پتہ نہیں کیا ہے؟ لیکن یہ سورۃ الکہف کی کوئی آیت بالکل نہیں ہے۔

بقیہ مقالے کو کوشش کے باوجود بھی نہ پڑھ سکا ہر صفحہ کی اکثر سطور میں اغلاط نے حوصلہ شکنی کی۔ اس لیے بقیہ حصوں سے اغلاط کی نشاندہی کو چھوڑ کر ذیل میں حوالہ جات سے اغلاط کی کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں۔

vi۔ ص 52 پر انہوں نے سورۃ الماعون کی آیات ۴ تا ۶ کا حوالہ یوں دیا ہے: پارہ ۳۰ سورۂ ماعون ۴:۶ یہی انداز حوالہ نمبر ۱۱ میں بھی ہے۔ اس طریقہ کے مطابق یہ مفہوم ہے کہ سورۃ الماعون قرآن مجید میں چوتھے نمبر پر ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ آیات ۴ تا ۶ کا حوالہ دینے کا درست طریقہ یوں ہے: سورۃ الماعون ۴۔۶؛ لیکن اگر ان کے نزدیک یہی طریقہ درست ہے اور انہوں نے اپنا منفرد انداز اختیار کیا ہے تو انہیں اس سے کوئی نہیں روکے گا مگر انہیں چاہیے کہ وہ اس کی وضاحت کر دیں کہ جب وہ اس انداز سے حوالہ دیں گے تو اس کا مطلب کیا ہوگا۔ مروج طریقے سے ہٹ کر اپنے وضع کردہ طریقے کی وضاحت ضروری ہے ورنہ یہ سہولت کی بجائے الجھن پیدا کرتا ہے۔ ہاں انہوں نے حوالہ نمبر ۳۶ میں سورۃ الزلزال کی آیات ۷ تا ۸ کا حوالہ بصورت (۷۔۸) درست دیا ہے۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ ہر جگہ ایسا ہی کرتے۔

vii۔ حوالہ نمبر ۳۹ میں انہوں نے لکھا: "صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق" جبکہ حوالہ ۵۰ میں اسے یوں لکھا: "صحیح مسلم کتاب الزھد والرقاق"۔ یہ کیوں؟ یہ اختلاف گمراہ کن ہے۔ اسی طرح مشکوۃ المصابیح کے متعلق ۱۲۵ اور ۱۳۱ وغیرہ کے حوالہ جات میں بھی ہے۔

viii۔ کئی جگہوں پر مثلاً ۷۷، ۸۱، ۷۶ میں شعب الایمان للبیہقی ملتا ہے لیکن ۷۸ میں یہ شعب الایمان للبیقی ہو جاتا ہے۔

ix۔ حوالہ نمبر ۱۳۸ میں ایک لفظ کو انہوں نے "باالقرآن" لکھا ہے۔ یہ غلط ہے اسے "بالقرآن" لکھنا چاہیے۔ اس طرح کی غلطیاں اکثر حضرات کرتے ہیں کہ جہاں ایک الف لکھنا چاہیے وہ دو لکھ دیتے ہیں۔

x۔ کسی محولہ کتاب کا اوّل تو وہ سنِ طباعت ذکر ہی نہیں کرتے اور جب کرتے ہیں تو اس میں مستقل مزاجی کا فقدان ہے۔ مثلاً حوالہ جات ۲۵، ۲۹، ۴۱، ۴۳، ۹۴ وغیرہ میں انہوں نے سن کا ذکر کیا ہے مگر اسے قوسین یعنی بریکٹ میں نہیں ڈالا۔ لیکن حوالہ جات ۴، ۵، ۹، ۱۳۶ میں، سن کا ذکر ہے اور اسے قوسین میں درج کیا گیا ہے۔ ایک مشہور قول ہے کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ یعنی دانا کا کام دانائی سے خالی نہیں ہوتا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان اختلافات میں کیا دانائی پیش کی گئی ہے۔

اغلاط سے ہٹ کر ایک بات اور بھی ہے کہ اس مقالے کو 'ریاء' کے موضوع پر ایک مقالہ کہنا چاہیے نہ کہ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے "فتاوی افریقہ" کی ایک عبارت کی تشریح) کیونکہ انہوں نے نہ تو اعلیٰ حضرت کی اُس عبارت کو پیش کیا ہے جس کی وہ تشریح کرتے ہیں اور نہ ہی مضمون کے اندر انہوں نے کہیں اعلیٰ حضرت کا نام لے کر کہا ہے کہ اعلیٰ حضرت اس عبارت میں یہ کہنا چاہتے ہیں۔

ان کے انداز کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ دو پیراگرفوں کو باہم مربوط کرنے والے جملے بہت کم استعمال میں لاتے ہیں۔ بس معلومات جمع کر دیتے ہیں۔ اب یہ قاری کا کام کہ وہ خود ان کے افکار میں ربط تلاش کرتا رہے۔ ان کا ایک مقالہ بعنوان "امام الفقہاء وسید القراء اُبی بن کعب رضی اللّٰہ عنہ" ماہنامہ فقہ اسلامی بابت ماہ ستمبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا ہے۔ اس میں بھی انہوں معلومات جمع کی ہیں ان پر بحث یا نکتہ آفرینی کم ہے لیکن افکار رضا میں ان کے شائع شدہ مقالے سے وہ قدرے بہتر انداز میں ہے۔

۶۔ "جنگِ آزادی میں علامہ فضلِ حق خیر آبادی کا کردار" میں محترم ومکرم جناب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد زید مجدہ نے حضرت علامہ کی شخصیت کے کئی گوشوں سے متعارف کروایا ہے۔ میرے لیے اس میں بلا شبہ معلومات کا ایک ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ کم علم ان کی ساری باتوں کی افادیت سے مکمل طور پر مستفید نہ ہوسکا کیونکہ اس مقالے میں موجود تقریباً تمام عربی عبارات کا ترجمہ یا تو ناقص ہے یا پھر مبہم اور غیر واضح۔ مثلاً صفحہ نمبر 59 پر پہلی عربی عبارت "وہذا مما أصابني في قصيدتين..." کا ترجمہ صرف "دو قصیدہ لکھے..." کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اسی طرح اس عربی عبارت کے الفاظ "تحكي همزات الشياطين" اور "دالة هذا الحزين الزمين" کا ترجمہ دیئے گئے ترجمہ میں نہیں ہے۔ اس عبارت میں اور بھی الفاظ ہیں جن کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ اب مجھ ایسا کم علم جسے اصل عربی کا صحیح فہم حاصل نہیں وہ اس ناقص ترجمہ سے کیسے پوری طرح استفادہ کرسکتا ہے؟ یہی خامی صفحہ نمبر 64، 65 اور 67 پر پائی جانے والی پانچ مختلف عربی عبارات میں پائی جاتی ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں کسی حکمت کے تحت عربی عبارت نقل کی گئی وہ مجھ ایسے قارئین تک نہ پہنچ سکی۔

اس کے علاوہ ایک اور مؤدبانہ گذارش یہ ہے کہ بعض جگہوں پر عربی کا ترجمہ اصل الفاظ کے مقابلے میں مفہوم کو مبہم کردیتا ہے۔ مثلاً کون مسلمان ہوگا جسے قرآن کے لفظ "رب" کا معنی معلوم نہ ہو، پانچ وقت کی نماز میں یہ کتنی بار زبان پر آتا اور کانوں میں پہنچتا اور دماغ میں راسخ ہوتا ہے؟ اس کا ترجمہ "آمرزگار" کرنا دو وجوہ سے غیر مناسب ہے۔ ایک یہ کہ ہمیں عربی سے نکال کر فارسی میں پھینک دیتا ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ یہ ہمیں مکے اور مدینے کی معطر فضاؤں سے نکال کر اہلِ فارس کے ماحول میں ڈال دیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کل فارسی کا چلن کتنا ہے؟ کتنے لوگ اسے سمجھ سکتے ہیں؟ اس لیے افکار

رضا کے جملہ قلم کاروں کی خدمت میں ادب سے گذارش ہے کہ اپنی تحریروں میں عربی کے وہ الفاظ رہنے دیا کریں جو عموماً سمجھے جاتے ہیں (کاش ہمارے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت آپ کی مبارک بولی کے ساتھ یہ طرز اختیار کرنے پر ہمیں مجبور کردے، آمین یارب رحمۃ للعالمین)۔

حضرت علامہ فضل حق علیہ الرحمۃ کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک کتاب کا نام صفحہ 69 پر 'افق المبین' لکھا ہے جبکہ اسی کا نام صفحہ 61 پر 'الافق المبین'' لکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہی درست ہوگا۔

صفحہ نمبر 74 پر حاشیہ نمبر ۳۸ میں ایک کتاب کا نام ''الحیات بعد الممات'' لکھا ہے حالانکہ یہ رسم الخط ایک ابہام کو جنم دیتا ہے کیونکہ جس طرح یہ لکھا ہے اس کا معنی بنے گا: ''موت کے بعد سانپ'' لیکن اگر اسے ''الحیلۃ بعد الممات'' لکھیں تو اس کا معنی ہے: ''موت کے بعد زندگی''۔ اب اس کی وضاحت کی جائے کہ اصل میں کتاب کا نام کیا ہے؟

اس مضمون میں صفحہ 69 پر میرے ایک اچھے دوست کا نام ''مولانا حافظ عبدالواحد'' لکھا گیا ہے۔ وہ حضرت پیر محمد کرم شاہ کے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فاضل ہیں۔ بہتر ہوتا کہ ان کے نام کے ساتھ ڈاکٹر کا لفظ بھی لکھا جاتا۔ انہوں نے الازہر سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اور اس وقت انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد میں فلسفہ کے استاد ہیں۔

اس کے علاوہ اس مقالے میں اور بھی ایسی باتیں ہیں جو اصلاح طلب ہیں مثلاً حوالہ دینے کا انداز، اور محولہ عبارت کے بعد '۔۔۔۔۔' کا استعمال، اسی طرح بعض کتابوں کے حوالے 'حواشی و حوالہ جات'' میں دیئے گئے اور بعض کے نفس مضمون کے اندر جس سے مقالے میں اختیار کیے گئے منہج کی یکسانیت مجروح ہوتی ہے، مگر اختصار کی خاطر انہیں نظر انداز کرتا ہوں۔

۷۔ ''پیر محمد کرم شاہ مرحوم کا دفاع'' میں میرے مکرم و محترم پیر بھائی جناب ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی حفظہ اللہ الکریم نے بہت اچھی کوشش کی ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ حضرت پیر کرم شاہ صاحب پر انگلی اٹھانے والوں کو اپنا وقت یعنی زندگی کاٹنے کے لیے ایسی عجیب و غریب مصروفیت سے بہتر مشاغل یقیناً مل سکتے ہیں۔ انہیں اپنے اظہار خیال کا حق تو حاصل ہے اور یہ کرنا بھی چاہیے لیکن انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت پیر کرم شاہ کو پڑھنے اور آپ کی تحریروں پر جامعات میں ایم اے اور ایم فل کے مقالے لکھنے والے کئی لوگ ہیں۔ مثلاً انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیۃ اصول الدین کے تخصص فی الحدیث کے شعبے میں برادر مکرم حافظ اللہ یار ازہری نے ''الجانب الحدیثی فی تفسیر ضیاء القرآن'' کے موضوع پر ایم اے کا تھیس شاندار نمبروں سے مکمل کیا ہے ان کے تھیس کے دو نگران تھے۔ ایک سلفی مسلک سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر تاج الدین ازہری اور دوسرے حضرت الاستاذ ڈاکٹر حسین جبوری تھے جن کا تعلق

عراق سے ہے۔ اسی طرح بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایک طالب علم نے اپنا ایم فل کا مقالہ حضرت پیر محمد کرم شاہ کی بے مثال تصنیف ''ضیاء النبی'' پر غیر سُنی ڈاکٹر کی زیرِ نگرانی مکمل کیا ہے۔ سُنا ہے کراچی یونیورسٹی میں بھی تفسیر ضیاء القرآن پر کام ہو رہا ہے۔ وہاں سے ایسی باتیں سننے میں نہیں آئیں جیسی محترم کرنل صاحب اور محمود ساقی صاحب پھیلا رہے ہیں۔

البتہ یہاں ڈاکٹر الطاف صاحب مضمون کی خدمت میں گذارش ہے اگر وہ ان باتوں کو بھی نقل کر دیتے جن کی خامیاں انہوں نے واضح کی ہیں تو بہتر ہوتا۔ اصل بات کا تذکرہ کیے بغیر اس پر تبصرے سے پوری طرح استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً جس طرح حضور غزالیٔ زمان علیہ الرحمۃ کی تصنیف ''الحق المبین'' یا ''تسکین الخواطر'' کا انداز ہے ویسے کرنا چاہیے۔

۸۔ ڈاکٹر بیت اللہ قادری صاحب نے سُنیوں کی جن خرابیوں کی نشاندہی کی ہے اور جس طرح اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہیں۔ لیکن لگتا ہے کہ محترم ایڈیٹر صاحب کو یہ اچھا نہیں لگا کیونکہ انہوں نے ان مشوروں کے سائز کو بڑھانے کی بجائے کم کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے وہی باتیں ایک اور موضوع کے تحت کی ہیں جو اس بندہ نے افکار رضا کے قلم کاروں کی تحریروں سے متعلق کی ہیں۔ ہمارے لیے کامیابی کی راہ اپنی دینی اصل سے چمٹے رہنے میں ہے نہ کہ اس سے دور ہونے میں۔

۹۔ اب آخر میں ''سُنی دعوت اسلامی'' کے اجتماع کے متعلق چند باتیں۔ یہ کام اپنی حد تک تو بہت اچھا کہنا چاہیے لیکن اس میں جو اور کام سرزد ہو جاتے ہیں وہ نہیں ہونے چاہئیں۔ یعنی وہ کام جن کی طرف اس روداد کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے۔ آپس میں لڑنے کا آخر فائدہ کیا ہے؟ ایک بار ایک یہودی موشے دیان نے کہا تھا: ''العرب لا یقرؤون'' یعنی عرب نہیں پڑھتے۔ اس نے یہاں عربوں سے مراد سارے مسلمان لیے ہیں۔ اوّل تو ہمارے مطالعے دنیا کی دوسری اقوام کے مقابلے میں بہت محدود ہیں اور جو ہیں ان سے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچی جاتی ہے اس طرح ہم ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف جا رہے ہیں۔ کم از کم پڑھنے اور لکھنے والے حضرات کو عالمی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا کام اور حاصل مطالعہ پیش کرنا چاہیے۔

سہ ماہی افکار رضا... جنوری تا مارچ ۲۰۰۵ء

غلط کلمات و عبارات کی تصحیح:

درج ذیل میں ۴۵ الفاظ میں اغلاط کی تصحیح پیش ہے۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
21	۸	بلفظلہ	بلفظہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
26	۴	آیا	أیا
27،26	۵،۴	قاری	قارئ
26	۶	حمد رضا خاں	احمد رضا خاں
26	۲۳	کروروں	کروڑوں
27	۶	پڑھنے کی وجہ کر	پڑھنے کی وجہ سے
27	۷	کلمات قرآن کیوں ادا کیے جائیں	کلمات قرآن کیونکر ادا کیے جائیں
27	۱۲	طراق ادا	طرق ادا
27	۱۳	احکم ظاہرہ	احکام ظاہرہ
27	۲۶	بدون لتجوید	بدون التجوید
28	۸	اداء	ادآء
29	۱۷	دعو الله	دعوا الله
29	۱۸	ادخلو النار	ادخلوا النار
31	۱۴	الترمزی	الترمذی
33	۱۰	بعد این یمد	بعد أن یمد
33	۱۸	ان یوم	أن یوْمَ
34	۱۶	بلا تا کید	بلام تا کید
34	۱۸	مبتنیة	مبنیة
36	۳	ہ	ہے
36	۴	ھذا السان	ھذا لسان
36	۲۳	غیرۃ	غیرہ
37	۳	نماں	نمایاں
37	۱۵	اس کی کتاب کی طرف	اس کتاب کی طرف
38	۶	حوالے اسے	حوالے سے
38	۱۷	دنیا کی سارے زبانوں	دنیا کی ساری زبانوں
42	۴	انوار لعلوم	انوار العلوم
43	۱۳	النزل	انزل

43	۱۳	فاحیا بھا لارض	فاحیا بہ الارض
43	۱۴	دآبتہ	دآبۃ
45	۲۵	علہ وسلم	علیہ وسلم
46	۱۳	لایات الالباب	لاٰیات لأولی الالباب
50	۱	الا ابلاغ	الا البلاغ
50	۵	اقتربت	اقتربت
50	۵	الساعتہ	الساعة
50	۱۳	علماے ملت رحم اللہ تعالی	علمائے ملت رحمہم اللہ تعالی
51	۴	جماعتہ	جماعة
52	۲۳	تثلیت	تثلیث
60	۱۷	الا ل البلاغ	الا البلاغ
60	۲۳	شیخین رضی اللہ عنہا (دوبار)	شیخین رضی اللہ عنہما
62	۸	زیب سجادہ علیہ قادریہ	زیب سجادہ عالیہ قادریہ
94	۳	الالھیتہ	الالھیہ
101	۱۲	یہویوں	یہودیوں
116	۱۷	افکارونظریت	افکارونظریات
120	۱	انشاءاللہ	ان شاءاللہ

جملوں اور محاوروں میں اغلاط:

ا۔'الثغ' ص 28، معلوم نہیں یہ کیا ہے؟

۲۔ (... بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرنے نہ کوئی حرف چھوٹ جائے ص 29) معلوم نہیں اس کا کیا مطلب ہے۔

۳۔ (علم تجوید کے تمام قواعد و رموز ''کوزے میں سمندر'' کی مانند اس میں پرو دیے گئے ہیں۔ ص30) سمندر کو کوزے میں سمولینا/ بند کرنا سنا ہے۔ اس لیے 'کوزے میں سمندر پرونا' کا محاورہ قابل غور ہے۔

قرآن کے کلمات اور رسم الخط میں تحریف:

۵۔ افکار رضا (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء اور جنوری تا مارچ ۲۰۰۵ء)۔ کے شماروں میں سترہ عربی کلمات ایسے ہیں جو جمع تکسر وغیرہ ہیں ان میں بعض قرآن میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کے آخر میں ہمزہ لکھنا اور پڑھنا ان کی صحیح کتابت اور نطق کا حصہ ہے۔ یہ کلمات علماء، اشیاء، اسمآء، عقلاء، فقہاء، عرفاء، صوفیاء، اولیاء،

فقراء، اغنیاء، انبیاء، غرباء، اغتناء، طلباء، استغناء، شرفاء اور حکماء ہیں۔ ہمزے کو حذف کر کے انہیں جب صرف 'علما'، 'اشیا'، 'اسما'، 'عقلا'، 'فقہا'، 'عرفا'، 'صوفیا'، 'اولیا'، 'فقرا'، 'اغنیا'، 'انبیا'، 'غربا' 'اغتنا'، 'طلبا'، 'استغنا'، 'شرفا'، 'حکما' لکھا جاتا ہے (البتہ رسالے میں بعض جگہوں مثلاً ص 79 وغیرہ پر اغنیاء لکھا ہے) تو یہ تحریف کا ارتکاب کرنا ہوتا ہے۔ چاہے یہ عمداً ہو یا سہواً۔ راقم الحروف کے مضمون میں جہاں کہیں بھی ان کلمات میں سے کوئی کلمہ مثلاً 'علماء' ہمزہ کے ساتھ کمپوز شدہ ارسال کیا گیا تھا وہاں ستم یہ واقع ہوا کہ ہمزہ کو حذف کر کے شائع کیا گیا ہے۔ کسی مجلّے کے مدیر کو مضامین برائے اشاعت میں ادارت کا حق تو ہے لیکن صحیح کو غلط کر کے شائع کرنے کا حق تو کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ خدارا! اردو میں عربی کلمات کو صحیح وسالم رہنے دیا کریں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اردو تحریر میں عربی کلمات کی اصل شکل کو بگاڑ کر کونسے علمی، ادبی، ایمانی یا روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۶۔ص 36 سطر ۲۲ عبیدہ مگر سطر ۲۳ میں ابوعبیدہ لکھنا تضاد کو جنم دیتا ہے۔ اسی طرح ص 38 سطر ۶ اور ۷ میں ایک ہی شخص کو ایک جگہ ابن عبیدہ اور دوسری جگہ ابی عبیدہ لکھنا کیسا ہے؟

۷۔'... جس کو فقیر دہ سروپا غسل مصطفیٰ اور دلیل الیقین میں ظاہر کر چکا'۔ ص60، سطر ۱۵ کا اور درج ذیل کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔

۸۔'اب جو صاحب کے خلاف اس کے ہوں...' ص60، سطر ۱۶

۹۔'گفت وشنود' ص60 سطر آخری، گفت وشنید تو ہوتا ہے لیکن گفت وشنود معلوم نہیں۔

۱۰۔'جو وقت سیوع فتنہ ندوہ کے' ص61 سطر ۲۳

۱۱۔'جہالت بھری دلائل دے کر' ص72 سطر ۹

۱۲۔'نہ ہی "رضا اکیڈمی" کی دفتر میں' ص73 سطر ۱۲۔ کیا دفتر مونث بنا دیا گیا ہے؟

۱۳۔'اہل میت کی تیمارداری' (ص 81 سطر ۹) ہوتی ہے یا ان سے تعزیت کی جاتی ہے؟

۱۴۔'... بلکہ اغنیاء پر بھی مورث ثواب ہے' ص 81 سطر ۲۱

۱۵۔'خدا ر طالب دعا' ص 85 سطر ۱۴

تزئین مواد میں اصلاح:

۱۔"علم تجوید اور امام احمد رضا" نامی مضمون میں ص 27 پر فٹ نوٹ کے لیے ایک لکیر لگانی چاہیے تھی۔

۲۔ص 25 اور 113 پر گذشتہ شمارے میں واقع ہو جانے والی غلطیوں کی نشاندہی چار کالموں میں کی گئی ہے۔ پہلے کالم میں ہر غلطی کا صفحہ نمبر بتایا گیا ہے۔ ان صفحات کے ارقام اور رسالے کے اصل ارقام کے رسم الخط میں یکسانیت نہیں ہے۔ مثلاً 25 کو ۲۵ لکھنا۔ (یہ سہو راقم الحروف سے بھی گذشتہ مکتوب میں ہوا ہے)۔

مضامین کے افکار و نظریات کے متعلق رائے:

ا۔ ڈاکٹر صابر صاحب کا صبر اور استقامت لائق صد تحسین ہے کہ انہوں نے ایک عظیم کام کو قابل تعریف انداز میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ ان کے لسانی جائزے کی بحث اپنی چودھویں قسط کے ساتھ اختتام کو پہنچی اور قارئین کے لیے متنوع معلومات کے خزانے پیش کرگئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں قرآن اور کنزالایمان کی اس خدمت پر جزائے خیر کثیر عطا فرمائے۔ انہوں نے میری طالب علمانہ جسارت پر جس محبت سے تبصرہ کیا ہے میں شاید اس کا مستحق نہیں لیکن یہ ان کی اعلیٰ ظرفی اور وسیع القلبی ہے کہ میرے تبصرے پر وہ مجھ سے خفا نہیں ہوئے۔ یہی دراصل اہل علم کا شیوہ ہے کہ چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اس انداز سے کرتے ہیں تاکہ وہ علم کی راہوں پر چلتے رہیں۔ اس حوصلہ کے نتیجے میں بندہ ایک دفعہ پھر عرض کرتا ہے کہ کمپیوٹر کمپوزنگ میں بھی کتابت کی اغلاط کو ختم کیا جا سکتا ہے اور اس کی دلیل وہ رسائل ہیں جن میں کمپیوٹر کمپوزنگ کے باوجود غلطیاں شاذ ہوتی ہیں۔

محمد افروز قادری صاحب کا مقالہ "علم تجوید اور امام احمد رضا" بہت اچھا اور معلوماتی ہے۔ ان کی خدمت میں ایک گذارش ہے کہ اگر وہ اس قسم کے مقالات کے شروع میں ایک تعارفی پیراگراف قلمبند کر دیا کریں جس میں اس بات کی وضاحت ہو کہ وہ مقالہ میں کیا نکات پیش کرنے لگے ہیں اور پھر ان نکات کو ذیلی عناوین (Headings) کے تحت علیحدہ پیراگرافوں میں زیر بحث لائیں تو ان کا مقالہ زیادہ مؤثر ہو سکتا ہے۔ اور جس بقیہ کی طرف انہوں نے اپنی عبارت "**قد بقی خبایا فی زوایا لولا ان المدیر اوصیٰ بالاجمال لاتینا بھا**" کے ذریعے اشارہ کیا ہے اسے ضرور افکارِ رضا کے صفحات کے وسیلے سے قارئین کے استفادہ کے لیے پیش کریں۔ **فجزاکم اللہ خیر الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔**

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی صاحب کا مقالہ "قرآن کریم میں وجود "معرب" کا قضیہ" معلوماتی تو ہے لیکن میری نظر میں انہیں اس موضوع کے حق کو ادا کرنے کے لیے تحقیق کی مزید ضرورت ہے۔ آج کا ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے حقیقی اسلامی ورثے کی تحقیقات سے کما حقہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے بہت جلد مستشرقین کی بعض نام نہاد تحقیقات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس مقالے میں پیش کردہ افکار اور موقف پر تفصیل سے اظہار خیال میں کسی اور وقت کروں گا۔ ڈاکٹر صاحب جس موقف کی طرف مائل ہیں اس کے سامنے آئینے کے طور پر یہاں صرف ایک حوالہ بائبل کے ایک بہت مشہور شارح آدم کلارک کی تحقیق سے پیش کرتا ہوں وہ معرب کے قضیے کی خاطر باقی مغربی محققین کی تحریروں کے ساتھ ساتھ اس پر بھی ضرور غور فرمائیں۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ آدم کلارک اور اس کی شرح وہ ہے جس سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ردِّ عیسائیت پر اپنی مشہور زمانہ کتاب "اظہار الحق" میں بکثرت حوالے دیئے ہیں۔ بائبل کی اپنی شرح میں عربی سے استدلال کرنے اور اسے استعمال کرنے کی اپنی دو مجبوریاں

بیان کرتے ہوئے موجودہ توراۃ کی پہلی کتاب (Book of Genesis) کی پہلی ورس میں مذکور لفظ God کو عبرانی کے اِلوہیم سے اور پھر عبرانی کے اِلوہیم کو بھی عربی کے کلمہ اللّٰہ اور اللٰہم سے ماخوذ مانتے ہوئے لکھتا ہے:

1. Because the two languages evidently spring from the same source, and have very nearly the same mode of construction.
2. Because the deficient roots in the Hebrew Bible are to be sought for in the Arabic language.

ا۔ کیونکہ دونوں زبانیں صاف ظاہر ہے کہ ایک ماخذ ومنبع سے نکلی ہیں اور ان کے جملوں کی ساخت بڑی حد تک یکساں ہے۔

۲۔ کیونکہ عبرانی بائبل کے گمشدہ حروف اصلیہ کو عربی زبان میں تلاش کرنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد آدم کلارک عربی پر بھروسے کی مجبوری کی وضاحت یوں کرتا ہے:

The reason of this must be obvious, when it is considered that the whole of the Hebrew language is lost except what is in the Bible, and even a part of this book is written in Chaldee. Now, as the English Bible does not contain the whole of the English language, so the Hebrew Bible does not contain the whole of the Hebrew.

"اس کی وجہ واضح ہے جب یہ مان لیا جاتا ہے کہ ساری عبرانی زبان گم اور ضائع ہوچکی ہے بسوائے اس کے جو بائبل میں اب بھی ہے حتی کہ اس کتاب کا ایک حصہ کلدانی زبان میں ہے۔ اب جس طرح انگریزی بائبل میں انگریزی زبان کے سارے الفاظ نہیں ہیں اسی طرح عبرانی بائبل میں بھی عبرانی زبان کے سارے الفاظ نہیں پائے جاتے۔"

اس موقف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

If a man meet with an English word which he cannot find in an ample concordance or dictionary to the Bible, he must of course seek for that word in a general English dictionary. In like manner, if a particular form of a Hebrew word occur that cannot be traced to a root in the Hebrew Bible, because the word does not occur in the third person singular of the past tense in the Bible, it is expedient, it is perfectly lawful, and often indispensably necessary, to seek the deficient root in the Arabic.

"اگر ایک شخص کے سامنے انگریزی کا ایسا لفظ آتا ہے جسے وہ بائبل کی کسی معجم (concordance) یا ڈکشنری میں نہیں پاتا تو یقیناً اسے انگریزی کی عام ڈکشنریوں میں تلاش کرے گا۔ بالکل اسی طرح اگر عبرانی کے کسی لفظ کی کوئی شکل ایسی ہے کہ اس کی اصل بتلاش بسیار ہمیں عبرانی بائبل میں نہیں ملتی چونکہ بائبل میں

فعل ماضی کے لیے صیغہ واحد غائب وارد نہیں ہے تو طریقہ یہ ہے اور یہ بالکل جائز ہے اور اکثر ناگزیر بھی کہ اس کی اصل کو عربی میں تلاش کیا جائے۔"

اس وضاحت کے بعد وہ عربی کی خوبیاں بیان کرتا ہے اور اس سوال پر "آیا کہ عربی عبرانی سے ماخوذ ہے یا عبرانی عربی سے؟" اپنی تحقیق یوں بیان کرتا ہے:

For as the Arabic is still a living language, and perhaps the most copious in the universe, it may well be expected to furnish those terms which are deficient in the Hebrew Bible. And the reasonableness of this is founded on another maxim, viz., that either the Arabic was derived from the Hebrew, or the Hebrew from the Arabic. I shall not enter into this controversy; there are great names on both sides,

"کیونکہ عربی ابھی تک ایک زندہ زبان ہے اور شاید کائنات میں یہ سب سے زیادہ زیر استعمال ہے اس لیے عبرانی کی ضائع شدہ اصطلاحات کو یہ مہیا کرسکتی ہے۔ اس موقف کی مقبولیت اس ضرب المثل پر مبنی ہے کہ یا تو عربی عبرانی سے ماخوذ ہے یا عبرانی عربی سے۔ مَیں اس نزاع میں داخل نہیں ہونا چاہتا کیونکہ دونوں طرف بڑے نام کے محققین ہیں۔"

یہ محقق کہتا ہے کہ عربی صرف عرب میں نہیں، امریکہ میں نہیں، دنیا میں نہیں بلکہ کائنات میں شاید سب سے زیادہ بولی جانے والی اور زیر استعمال زبان ہے۔ مگر ہم مسلمان اس کے کلمات کو دوسری زبانوں سے ماخوذ ماننے پر معلوم نہیں کیوں تلے ہوئے ہیں؟ اس جملے پر بھی غور کریں جب وہ عربی زبان کو بحیثیت ماں زبان کہتا ہے:

...the deficient roots in Hebrew may be sought for in the mother tongue.

"عبرانی کے گمشدہ اور ضائع شدہ حروف کی اصل کو ماں زبان (عربی) میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔"

اس مقالے میں بہت سے ایسے بیانات ہیں جن کی زد میں صحابہ کرام اور فقہائے عظام آتے ہیں کاش وہ یہ جملے نہ لکھتے۔ اگر اللہ نے چاہا تو اس مقالے پر تفصیل سے اظہار خیال بعد میں کروں گا۔

رانا خلیل احمد صاحب لائق صد تحسین ہیں کہ وہ حضور اعلیٰ حضرت کے ایک مخلص محبّ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی تقاریر کو محفوظ کرنے کا عزم لیے ہوئے ہیں۔ یہ نگارشات بلاشبہ تمام سینوں کے لیے علم کے موتی ہیں۔ بس ان میں نقلِ آیات کی صحت کی طرف توجہ کی بہت ضرورت ہے۔ ماشاء اللہ ان کے حواشی کا انداز بھی روبہ ترقی ہے۔

اس کے بعد "اہل سنت کی آواز" کے خصوصی شمارہ سے لیا گیا نوشاد عالم چشتی صاحب کا مضمون بھی بہت معلوماتی ہے۔ نوری میاں علیہ الرحمۃ کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ انہیں چھ محاذوں پر دین کی حفاظت کرنی پڑی اور ان میں سے سب سے پہلا فتنہ تبلیغ عیسائیت تھا۔ کاش کہ چشتی

صاحب حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ کی اس سلسلے میں تصانیف اوران کے مطبوعہ یا غیر مطبوعہ ہونے کا ذکر کرتے تو اس میدان میں دلچسپی رکھنے والوں کی رہنمائی ہو جاتی۔ اب بھی اگر ممکن ہوتو کسی طریقے سے اس کا ازالہ کیا جائے۔

جناب غلام مصطفیٰ رضوی کا مضمون "معلم و متعلم کے اسلامی تصورات" بہت اچھا ہے اس قسم کے موضوعات پر تحقیقات پیش کرنے کی ضرورت اس لیے زیادہ ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی تعلیمی میدان میں بہت پیچھے ہیں۔

جناب محمد علی برکاتی نے جس قسم کے موضوع کو بطور اظہار خیال چنا وہ بہت اہم اور وقت کی ضرورت ہے۔ ہم سنیوں کا اکثر روپیہ کہاں ضائع ہو رہا ہے حالانکہ اسے استعمال کہاں ہونا چاہیے۔ ہم سب کو اس کا احساس کرنا چاہیے۔

عالمی میڈیا والے مضمون میں جس حقیقت کی طرف اشارہ اور رہنمائی کی گئی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا اس طرح کے موضوعات میں مزید اور ذرا گہرائی میں جاکر جاننے اور پھر اس کے مطابق عمل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ افکار رضا کے قلم کار اس طرف خصوصی توجہ دیں تو ایک فرض کی ادائیگی کسی حد تک ہو سکے گی۔

"ایک عیسائی مبلغ کا قبول اسلام" قند مکرر ہے اور واقعی معلوماتی ہے۔ اس کے بعد میرے مضمون کو جس انداز سے شائع کیا گیا ہے۔ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کی رودادِ پاکستان کی پانچویں قسط بھی معلوماتی ہے۔ علامہ محمد عبدالمبین صاحب زید مجدہٗ نے اعلیٰ حضرت پر کام کی مزید راہوں کی طرف رہنمائی کی ہے وہ خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ سابقہ شمارے میں شائع شدہ میرے مکتوب پر جس پیارے انداز میں انہوں نے تبصرہ کیا ہے میں ان کی عزت و عظمت میں اضافے کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ کریم انہیں دنیا اور آخرت کی عزتوں اور عظمتوں سے نوازے اور دین متین کی خدمت اور اُمت مسلمہ کی رہنمائی کی خاطر انہیں دراز عمر سے نوازے۔ آمین

یہ تبصرہ طویل ہوگیا ہے اس لیے افکار رضا کے نئے شمارہ (اپریل تا جون ۲۰۰۵ء) پر تبصرہ کرکے اسے مزید لمبا نہیں کرتا۔ امید ہے میری اس جسارت پر درگذر فرمائیں گے۔ والسلام

☆ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ایڈیٹر ماہنامہ سنّی دنیا و جنرل سیکریٹری جماعت رضا مصطفیٰ، بریلی شریف

آج ادارہ تحریکِ فکرِ رضا ممبئی کے آفس میں حاضر ہوا۔ محترم عالی جناب محمد زبیر قادری سے سلام و دعا کافی پرانی ہے۔ مگر اُن کے آفس میں آنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ گذشتہ مہینہ میں پاکستان کے تبلیغی سفر پر تھا، جب میں لاہور تھا تو موصوف کراچی میں تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ پر اشاعتی اور تحقیقی کام کرنے والوں میں سہ ماہی

افکار رضا کے احباب کا شمار ہوتا ہے۔ دفتر سنّی دنیا بریلی شریف میں برابر رسالہ آتا ہے۔ مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہوں۔ برسہا برس سے بمبئی آتا جاتا رہا مگر اس بار میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ادارہ افکار رضا ضرور جاؤں گا۔ ۱۸؍اکتوبر ۲۰۰۵ء کو رضا اکیڈمی ممبئی میں تراویح نماز کے بعد میں اُن کا منتظر تھا جیسا کہ انہوں نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ تھوڑی دیر مختلف امور پر بات چیت رہی۔ اور دوسرے روز انھوں نے آفس آنے کی دعوت دی۔ دوسرے روز گیارہ بجے ادارہ افکار رضا کے آفس میں آ گیا۔ یہاں دیکھ کر مجھے بے حد مسرت و شادمانی ہوئی کہ ممبئی جیسی سرزمین پر تین ہال پر مشتمل جگہ پر افکار رضا کا آفس ہے۔ کتابوں کا ذخیرہ ماشاء اللّٰہ وافر مقدار میں ہے۔ اردو اور انگریزی زبانوں میں لٹریچر بھی شائع کر رہے ہیں۔ ملک و بیرون ملک بذریعہ ڈاک مسلک اہل سنت و جماعت کے عقائد و افکار کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں۔ احقر بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے کہ ان نوجوانوں کو مزید ہمت و حوصلہ دے۔ اور ان کے احباب و ارکان کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جملہ احباب کو دارین کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین

☆ سید صابر حسین شاہ بخاری، ادارہ فروغ افکار رضا، برہان شریف، اٹک، پاکستان

تحریک فکرِ رضا ممبئی کا ترجمان ''افکار رضا'' کا چالیسواں شمارہ میرے پیش نظر ہے۔ ماشاء اللّٰہ حسب روایت سرورق نہایت جاذب نظر، مضامین نہایت بلند پایہ اور علمی ہیں۔ ''متوسلینِ رضا'' کے خوبصورت نام سے حسن ترتیب میں مضامین اور مقالہ نگار حضرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

صفحہ ۳ پر غیاث الدین احمد عارف مصباحی کی ایک خوبصورت نعت سے رسالہ کی ابتدا کی گئی ہے۔ کوشش فرمائیں کہ اس صفحہ پر صرف اُن نعتوں کو شائع کیا جائے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زمین یا ردیف میں کہی گئی ہوں یا پھر کلام رضا کی تضامین پر مشتمل ہوں تاکہ اس طرح بھی ''افکار رضا'' کو عام کیا جاسکے۔

''اسلام پر حملے اور ہماری بے بسی'' کے عنوان سے فاضل ایڈیٹر کا اداریہ زبردست ہے جس میں عالمی تناظر میں مسلمانوں کی بے بسی کی عکاسی کر کے آئینہ دکھایا گیا ہے۔ تقریباً تمام مسلم حکمران بے بس نظر آتے ہیں، امریکیوں کے ہاتھوں قرآن پاک کی بے حرمتی، پیغمبر اعظم ﷺ کی شانِ اقدس میں ہرزہ سرائی، مسلمان قیدیوں کو اذیتیں یہ وہ موضوعات ہیں جن پر آج ہم بے بس اور عاجز ہیں۔ اے کاش! آج کوئی صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی، ٹیپو سلطان جیسا حکمران ہمیں نصیب ہوتا تو صورت احوال کچھ مختلف ہوتی بہرحال ہمیں اپنے شامت اعمال کا خمیازہ ضرور بھگتنا پڑے گا۔

صفحہ ۶ تا ۳۷ پر غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے دو تاریخی خطبات اشاعت پذیر ہیں۔ یوں تو ایک خطبہ تخلیق آدم علیہ السلام اور دوسرا مقامِ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللّٰہ عنہ کے عنوان سے رسالے کی زینت ہیں لیکن ان دونوں خطبات میں عشقِ رسالت مآب ﷺ کے عناصر اظہر من الشمس

ہیں۔ دونوں کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ہر روز کیف و سرور میں اضافہ نظر آتا ہے۔ بلاشک وشبہ یہ دونوں خطبات رسالے کی جان ہیں۔

محمد نعیم برکاتی "فلاح دارین" کے زیر عنوان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے "فتاویٰ افریقہ" کی ایک عبارت کی تشریح میں مصروف ہیں۔ مضمون کے آخر میں حوالہ جات ملاحظہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ فاضل مضمون نگار نے کافی محنت کی ہے۔ یہ ایک اچھی کاوش ہے۔

پروفیسر حبیب اللہ چشتی کا مقالہ "دعوت و ارشاد کے قرآنی اصول" مبلغین کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے قرآن و حدیث سے دعوت و ارشاد کے سات اصول اخذ کیے ہیں اور پھر اُن کی احسن انداز میں تشریح بھی کر دی ہے۔ اس مقالہ کو مزید پھیلایا جائے اور پھر کتابی صورت میں عوام الناس کے سامنے لایا جائے۔

نعمانی اکادمی چریا کوٹ کے ڈائریکٹر مولانا محمد افروز قادری نے مولانا عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری علیہ الرحمہ کی شہرۂ آفاق کتاب "انوار ساطعہ" کا مختصر تعارف پیش فرمایا ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی جو تقریظ ہے وہ پیش فرمائی ہے۔ راقم نے طویل عرصہ میں اب تک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تیس تقاریظ تک رسائی حاصل کی ہے۔ ان شاء المولیٰ عنقریب ان تقاریظ کو کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے گا۔

شکیل احمد قریشی اعظمی برکاتی نے "صدر الشریعہ اور بہار شریعت کی پہلی اشاعت" کے بارے میں قلم اٹھایا ہے۔ اس میں آپ نے انکشاف فرمایا ہے کہ جب رمضان المبارک آتا آپ اعتکاف کے دس دنوں میں اور وظائف سے فراغت کے بعد "بہار شریعت" لکھنے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں اصلاح و تصدیق کے لیے بھیجتے۔ اور یوں اعلیٰ حضرت کی تقریظ کے ساتھ بہار شریعت کی پہلی اشاعت کی سعادت بھی مملکت خداداد پاکستان کے حصے میں آئی۔...... "مردم شماری کی شرعی حیثیت" کو ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری نے احسن انداز میں واضح فرمایا ہے۔...... ساحل شہسرامی نے "مقالات شارح بخاری" میں فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے مقالات کا تعارف کرایا ہے۔ فہرست ملاحظہ کرنے کے بعد ان مقالات کی ضرورت، اہمیت، افادیت عیاں ہو جاتی ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان مقالات کو کتابی صورت میں شائع کر کے عام کیا جائے تا کہ ان سے استفادہ کیا جا سکے۔...... سراج الدین شریفی نے امام علم و فن خواجہ مظفر حسین رضوی سے ایک نشست کی روداد قلمبند کی ہے۔ جو نہایت دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ ان کے انٹرویو سے معلوم ہوا کہ آپ عصر حاضر میں علوم و فنون قدیم کے واحد امین اور علم بردار ہیں۔ اسی طرح ہر ماہ کسی علمی شخصیت سے انٹرویو لے کر ضرور شائع کیا جائے۔...... سید صغیر حسین شاہ نے "فکر رضا اور ہمارے کارنامے" کے عنوان سے سیر حاصل گفتگو فرمائی

ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ عصر حاضر میں فکر رضا کو کس انداز میں عام کیا جائے۔ ان تناظر میں قلم اٹھایا گیا ہے۔ ...... خورشید احمد سعیدی عیسائیت کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں۔ عرصہ ہوا علامہ پیر محمد چشتی کی قیادت میں ان سے اسلام آباد میں ملاقات کی تھی۔ انہوں نے عیسائیت کے ردّ میں اپنے مقالے کا ذکر فرمایا تو راقم نے عرض کیا کہ آپ اس مقالے کو مزید پھیلائیں اور سنّی رسائل میں بھیجیں۔ اب ماشاء اللہ اسی رسالہ میں عیسائیت کے ردّ میں ان کا مقالہ ضرور آتا ہے۔ ماشاء المولیٰ خوب تعاقب فرماتے ہیں۔ خوب لکھتے ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ...... آخر میں دو سفر نامے ہیں۔ علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے "فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے" کے عنوان سے ہندوستان کے سفر نامے کو احسن انداز میں صفحہ قرطاس پر لایا ہے۔ قاری پڑھتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کے ساتھ ساتھ سفر میں شریک ہے۔ ...... "رودادِ پاکستان" کے عنوان سے محمد زبیر قادری نے مملکت خداداد پاکستان کے سفر کی ایمان افروز روداد کو قلمبند فرما کر قارئین کے لیے ضیافت طبع کا سامان بنایا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

الحاصل "افکار رضا" خوب سے خوب تر کی تلاش میں مصروف ہے۔ اور سنّی صحافت میں اس نے اپنا مقام بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل محمد زبیر قادری کو دونوں جہانوں میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

☆ مولانا ریحان رضا انجم، پرنسپل دار العلوم قادریہ رحمانیہ، علی نگر، بسفی، مدھوبنی، بہار

فکر رضا کی اشاعت میں امتیازی شان رکھنے والا محبوب رسالہ "افکار رضا" اپریل تا جون ۲۰۰۵ء فردوسِ نظر ہوا۔ جس پر آپ کا شکر گذار ہوں اور دعا ہے ربِ قدیر تحریر فکر رضا کے تمام رفقا کو اپنے حفظ و امان میں رکھتے ہوئے مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آپ کا اداریہ "اسلام پر حملے اور ہماری بے بسی" تو درمندل کے لیے ایک دعوت فکر ہے۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی ہماری بے حسی میں کوئی تبدیلی نہیں آرہی ہے۔ آخر یہ کیا ہے؟ قربِ قیامت کی علامت ہی تو ہے۔ ...... یوں تو سارے مضامین و مشتملات خوب سے خوب تر ہیں مگر پروفیسر حبیب اللہ چشتی کا مضمون "دعوت و ارشاد کے قرآنی اصول" کا احترام کر رہا ہوں کہ حقیقتاً آج کے مقرر اور مبلغ حضرات ان اصول کے مطابق اپنی تقریر و تبلیغ کا کام انجام دیں تو ایک غیر معمولی انقلاب بہت جلد پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ

بدل جائے نظامِ دو عالم آنِ واحد میں ☆ اگر ضد پہ آجائے کوئی دیوانہ محمد کا (ﷺ)

ساتھ ہی "مقام امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے مرتب محترم اسلم الوری اور محشی جناب محمد صدیق فانی مبارکباد کے لائق ہیں کہ انہوں نے علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کی فکر انگیز معلوماتی تقریر کو بڑی عرق

ریزی سے ترتیب وتحشیہ سے سنوار کر امام اعظم کے عقیدت مندوں کو ایک قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ تقریر کو تحریر سے سنوارنے میں کتنی دشواریاں پیش آتی ہیں اس کو وہی اہمیت کی نگاہ سے قبول کرے گا جو ان دشواریوں سے گذرا ہوگا یا کسی طرح سے اس کا علم ہوگا۔ راقم الحروف کو ۳۔۲۰۰۳ء میں مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی کی چند تقریروں کا مجموعہ "خطبات مفکر اسلام حصہ اول" اور امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر علی نوری کی ایک تقریر بنام "حکمت نماز" کو ترتیب دینے کا شرف حاصل ہے۔

"انوار ساطعہ! ایک تعارف" بھی خوب ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اس کتاب کی پوری آن وبان کے ساتھ اس کی دوبارہ اشاعت کی جائے۔...... "مقالات شارح بخاری" سے متعلق فتاویٰ ملک العلما کے مرتب علامہ مفتی ساحل شہسرامی کی تحریر پڑھ کر کافی افسوس ہوا کہ کاش اہل علم و دانش اس علمی و تحقیقی کتاب کے ساتھ اس طرح کی غلط سازش سے پرہیز کرتے تو حضور شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی کی نایاب تحقیقی تحریر سے اہل علم کی کثیر تعداد استفادہ حاصل کرلیتی۔ دعا ہے مولیٰ تعالیٰ اس طرح کی غلط سازش کرنے سے ہم سب کو بچائے اور خلوص کے ساتھ دینی کام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔...... "فکر رضا اور ہمارے کارنامے" اس مضمون کو پڑھنے کے بعد جماعتی سطح پر اپنی تساہلی وکوتاہی پر جتنا بھی ماتم کریں کم ہے کیونکہ ہمارے مخالفین حقیقتاً کم ہونے کے باوجود ہر میدان میں اپنے آپ کو نمایاں طور پر پیش کرنے میں کافی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں واقعی ان باتوں پر انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر جدو جہد کرنے کی ضرورت ہے۔...... علامہ کوکب نورانی صاحب پاکستان کی روداد سفر کو پڑھ کر کافی معلومات ہوئی اور بے پناہ خوشی بھی ہوئی کہ ہمارے ملک ہندوستان سے بہت خوش ہو کر گئے ہیں تبھی تو اپنے روداد سفر کی سرخی کا انہوں نے اتنے عمدہ طور پر انتخاب کیا ہے "فدا ہو کے تجھ پہ یہ عزت ملی ہے"۔

اور میں پوری خوشی کے ساتھ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کو بے پناہ مبارکباد دیتا ہوں۔ "مکاتیب امام احمد رضا" پر ڈاکٹریٹ مکمل کرنے پر اور دعا کرتا ہوں مولیٰ ان کے علم وعمل میں مزید اضافہ فرمائے تاکہ وہ اور دیگر تشنہ گوشوں پر کام کرسکیں۔

چلتے چلتے زبیر بھائی سے کہوں گا کہ آپ ماشاء اللہ دوبارہ گذشتہ ماہ پاکستان سے واپس آئے ہیں لہٰذا روداد پاکستان کا سلسلہ برقرار رکھیں تو بہتر ہوگا۔
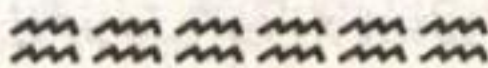
میرے رضا کا پاکستان (قسط اوّل)

راوی: محمد زبیر قادری

ابھی گذشتہ "افکار رضا" اپریل تا جون ۲۰۰۵ء کے شمارہ میں رودادِ پاکستان کی آخری قسط چھپی ہی تھی کہ اللہ کریم نے پھر احقر کے لیے سفرِ پاکستان کا بندوبست کردیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سیہ کار کو خدمتِ دین کا جو جذبہ اور توفیق عطا کی ہے اسی جذبہ کے تحت یہ اسفار ہوتے ہیں۔ اور الحمدللہ احقر نے ہمیشہ اس کے مثبت اثرات ہوتے دیکھے ہیں۔ ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بروز پیر ۲۹/اگست ۲۰۰۵ء کو احقر بذریعہ پی آئی اے ممبئی سے کراچی روانہ ہوا۔ یہ شہر میرے لیے اب اجنبی نہیں رہا۔ پورا تو مَیں نے اب تک ممبئی شہر بھی نہیں دیکھا کراچی کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن یہاں کے اکثر مقامات دیکھے ہوئے ہیں اور کچھ تو اس ملک کے دوست و احباب اجنبیت کا احساس ہونے نہیں دیتے۔ مَیں کراچی کا موازنہ ہمیشہ دہلی سے کرتا ہوں۔ یہاں کے لوگوں کا مزاج، عادت و اطوار، رہن سہن کافی حد تک اہلِ دہلی سے ملتا جلتا ہے۔ یہاں کے لوگ ہر معاملے میں جری ہوتے ہیں' اچھائیوں میں بھی اور برائیوں میں بھی۔ ۲۰۰۱ء میں احباب مجھے مشورہ دیتے تھے کہ اپنا موبائل فون اور پیسے احتیاط سے رکھا کیجیے یہاں لٹیرے کبھی بھی لوٹ لیتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی مجھے یہی نصیحت سننے ملی کہ راہ چلتے موبائل استعمال کرنے میں احتیاط کیجیے، یہاں موبائل پر گفتگو کرتے لوگوں سے موبائل چھین لیے جاتے ہیں۔ موٹر سائیکل سوار کو ہتھیار دکھا کر اُن کی سواری چھین لی جاتی ہے اور مکان داروں کو کلاشنکوف کے بل پر لوٹ لیا جاتا ہے اور یہ سب کارروائیاں دن کے اُجالے میں ہوتی ہیں۔ خیر برائیاں تو ہر جگہ ہوتی ہیں لیکن یہاں کے لٹیرے بڑے جری ہیں۔ اس میں کچھ ہاتھ قانون کے رکھوالوں کا بھی ہے۔ ورنہ یہ سب ختم نہیں تو کم ضرور ہو سکتا ہے۔

اس مرتبہ میرا قیام نارتھ کراچی کے علاقہ میں رہا، چونکہ ہمارے اعزا نے اپنا پرانا مکان تبدیل کرکے یہاں رہائش اختیار کرلی ہے۔ اپنے اعزا کے گھر اطمینان سے پہنچنے کے فوراً بعد علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی کو فون پر اپنی آمد کی اطلاع دی کیونکہ وہ ہمارے بہت مخلص کرم فرماؤں میں سے ہیں اور پھر دیگر احباب کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ کچھ اہم کاموں کے سلسلے میں مجھے مغرب بعد علامہ کوکب صاحب نورانی سے ملاقات کے لیے گلزار حبیب مسجد، سولجر بازار جانا پڑا۔ وہاں ملاقات پر مَیں نے اُن کی کچھ مطلوبہ چیزیں دیں پھر حالات دریافت کیے۔ وہ گزشتہ اپریل ۲۰۰۵ء میں مجھ سے ممبئی میں ملاقات کرکے گئے تھے۔

اگلے دن صبح میرے نیٹ فرینڈ (انٹرنیٹ دوست) محمد عارف جامی صاحب صبح صبح گھر آگئے۔ ان

کے ساتھ مجھے کارساز علاقے میں انٹری کرانے جانا تھا۔ ہند و پاک میں سب سے اہم مسئلہ مسافرین کو پولس انٹری کا ہے۔ یہاں کا بندہ وہاں جس جس شہر میں جائے تو انٹری کرائے اسی طرح وہاں کا بندہ یہاں آئے تو ہر شہر میں انٹری کرائے ورنہ بہت سے مسائل میں گھر جائے۔ وہاں کام ہونے میں تھوڑی تاخیر ہوگئی تو انہوں نے کام کی ہی چھٹی کردی اور مجھے ساتھ لے کر اپنے گھر چلے آئے۔ اُن کا گھر گلشنِ اقبال کے علاقے میں ہے۔ وہاں ہم گھنٹوں رضویات اور مختلف دینی اُمور سے متعلق باتیں کرتے رہے۔ عارف جامی صاحب کامرس گریجویٹ ہیں ساتھ ہی انھوں نے عالم کا کورس بھی کر رکھا ہے۔ وہ ایک کمپنی میں اچھے عہدہ پر ملازم ہیں۔ ساتھ ہی وہ کراچی یونی ورسٹی سے ڈاکٹر مجید اللہ صاحب قادری کے زیر نگرانی "جد المستار علیٰ ردالمحتار کی تخریج وتحشی" عنوان سے رضویات پر تحقیقی کام کررہے ہیں۔

انھیں اپنی تحقیق کے لیے جدالممتار کی جلد دوم دستیاب نہیں ہورہی تھی۔ مجھے پتہ تھا کہ علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب کے پاس سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے غیر مطبوعہ رسائل موجود ہیں۔ علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے پاس جدالممتار کا اصل نسخہ موجود ہے۔ مَیں اس کے حصول کے لیے مسلسل ہمدانی صاحب کے پیچھے لگا رہا، وہ اپنی مصروفیات کی بنا پر اس کی فوٹو کاپی نکالنے سے معذور رہے۔ بالآخر انہوں نے یہ بتایا کہ کتاب اس قدر خستہ حالت میں ہے کہ فوٹو کاپی کے دوران اس کے صفحات ٹوٹ کر بکھر جائیں گے اور یوں کتاب ضائع ہوجائے گی۔...... پھر اس کا حل یہ نکالا گیا کہ کتاب کو اسکین (Scan) کر کے کمپیوٹر میں محفوظ کرلیا جائے۔ اور اس کی سی ڈی Cd بنا کردی جائے۔ مسلسل پندرہ دن کی محنت سے تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل یہ کتاب اسکین ہوکر مکمل ہوئی اور انہوں نے سی ڈی بنا کر مجھے کوریئر سے بھجوادی۔ یہ سی ڈی ہم نے عارف جامی صاحب کو علامہ کوکب نورانی کے دست مبارک سے بھجوائی، جب وہ مارچ ۲۰۰۴ء میں عرسِ متبولی، ہانگل شریف، کرناٹک میں خصوصی خطاب کے لیے ممبئی تشریف لائے تھے۔ تب سے عارف جامی صاحب سے دوستی ہوگئی۔ ہم وقتاً فوقتاً انٹرنیٹ پر تبادلۂ خیال کرتے رہتے تھے۔ عارف جامی صاحب مجھے رضویات کی نشر و اشاعت کی نئی نئی راہیں بتایا کرتے۔ چونکہ وہ دینی اور دنیوی دونوں ہی علوم سے مالا مال تھے اس لیے وہ مجھے خدمتِ دین کے لیے جدید وسائل کا استعمال کرنے کی راہ بجھایا کرتے تھے۔ اس طرح ہماری دوستی اور بھی مستحکم ہوگئی۔

عارف جامی صاحب نے مجھے بتایا کہ انہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے فتاویٰ شامی پر لکھے گئے حواشی جدالممتار پر پی ایچ ڈی کرنے کا خیال اس لیے آیا کہ ہمارے یہاں فقہ پر کوئی تحقیقی کام کرتا نظر نہیں آتا۔ جبکہ اعلیٰ حضرت کا سب سے اہم کام فقہ کی تدوین تھا۔ فتاویٰ رضویہ کے علاوہ امام احمد رضا کی اکثر کتابیں فقہی مسائل پر بحث کرتی نظر آتی ہیں۔ اس ضمن میں عارف جامی صاحب کو علامہ محمد احمد

مصباحی صاحب کی تصنیف "امام احمد رضا کی فقہی بصیرت" بہت پسند ہے جو اس موضوع پر بہت اہم کاوش ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ امام احمد رضا کی شخصیت کو صحیح معنوں میں متعارف کروانے کے لیے اس پہلو کو اُجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ہم اعلیٰ حضرت کو اس طرح بہت آسانی سے منوا سکتے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے بھی یہ شکوہ کیا کہ آپ کے رسالے میں فقہ پر مضامین نہیں ہوتے۔ مَیں نے کہا، کوئی ہمیں لکھ کر ہی نہیں دے گا تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ جبکہ یہ کام ریسرچ اسکالرز سے زیادہ علما کا ہے۔ انھوں نے مزید یہ بتایا کہ ہمارے یہاں اکثر لوگ پی ایچ ڈی کرنے کے لیے سب سے آسان موضوع "امام احمد رضا کی نثر ...... یا ...... نعت گوئی" پر طبع آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ پی ایچ ڈی کرنے والوں کی فہرست پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اکثر افراد نے امام احمد رضا کی نعت گوئی یا نثر نگاری کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ اور اکثر محقق حضرات مکھی پر مکھی مارنے کے علاوہ کوئی نیا کام نہیں کر رہے ہیں۔ ...... یوں مختلف اُمور پر باتیں کرتے ہوئے شام ہوگئی۔ پھر عارف جامی صاحب نے مجھے اپنی موٹر بائیک پر قیام گاہ پہنچا دیا۔

اگلے دن برادرم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب سے رابطہ کیا وہ اس وقت کسی کام کے سلسلے میں میری رہائش گاہ کے بالکل قریب موجود تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اُن کا مکان بھی اسی علاقے میں ہے۔ وہ اس وقت اپنے دوست وقار ہاشمی صاحب کے ہمراہ ان کی کار میں تھے۔ صبیح بھائی ملاقات ہونے پر بڑے تپاک سے ملے اور اچھے دوستوں سا برتاؤ کیا۔ اور وقار صاحب سے بھرپور تعارف بھی کرایا۔ پھر وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلے اور فرمایا کہ آج کے دن شام تک کے لیے آپ ہماری قید میں ہو۔ دورانِ سفر راستے بھر وقار ہاشمی صاحب باتیں کرتے رہے۔ وہ سرکاری ملازم ہیں اور حضرت شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں۔ وقار ہاشمی صاحب کے پاس بولنے کا ہنر بھی ہے اور وہ بے تکان بولتے ہیں۔ صبیح بھائی کو اردو بازار بھی جانا تھا، جہاں اُن کی کچھ ڈاک آئی ہوئی تھی۔ پہلے ہم اردو بازار میں واقع فضلی سنز نامی دکان پر گئے۔ یہ ادارہ "نعت رنگ" کی تقسیم کاری کے فرائض انجام دیتا تھا، لیکن حال ہی میں کچھ وجوہات کی بنا پر کسی اور ادارہ کے ذمہ تقسیم کاری دے دی گئی۔ وہاں سے صبیح صاحب اپنا پارسل لینے کے بعد قریب ہی واقع پیر کرم شاہ ازہری کے قائم کردہ مکتبہ ضیاء القرآن پر آگئے۔ اور وہاں ریک پر موجود کتابوں کو دیکھنے لگے۔ اُن کے انداز سے یہ معلوم ہوا کہ وہ کافی عرصہ بعد اس مکتبہ پر آئے ہیں اس لیے کتابوں کو دیکھ رہے ہیں کہ کوئی کام کی کتاب مل جائے۔ انھوں نے چند کتب خریدیں اور مَیں نے بھی اپنے لیے چند کتب کا انتخاب کیا۔ پھر انہوں نے مجھے ایک کتاب پکڑا دی اور کہا کہ یہ آپ کے لیے ہے۔ "مقامِ محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں" نامی کتاب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کے سیرت کے موضوع پر مضامین کا مجموعہ تھی۔

(باقی آیندہ ...... ان شاء اللہ)

تبصرۂ کتاب

تبلیغ اسلام کے اصول اور فلسفہ: ایک تعارف

تبصرہ:- غلام مصطفیٰ قادری رضوی، باسنی، ناگور راجستھان

خلفاے امام احمد رضا میں ایک نمایاں نام مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جنھیں اپنی تربیت میں رکھ کر اعلیٰ حضرت نے ہیرا اور موتی کی شکل میں قوم و ملتِ اسلامیہ کو عطا فرمایا۔ جنھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور اخلاقی خوبیوں سے مذہب و مسلک کی وہ عظیم خدمات ملک و بیرون ملک انجام دیں کہ جن سے تاریخ کا سینہ چمکتا رہے گا۔ اور اُن کے لازوال اور تاریخ ساز کارناموں کو ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔ خدائی فضل اور عنایتِ مصطفوی نیز اپنی لگن سے بطور خاص یورپ اور امریکہ میں انھوں نے جو دینی کام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ایک درجن سے زائد ملکوں کا نام لینے کے بعد علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

''جتنی آسانی کے ساتھ میں نے ان ملکوں کے نام گنائے ہیں ذرا آپ سانس روک کر ان صعوبتوں کا اندازہ لگایئے جو اُن اجنبی ملکوں کے اسفار میں انھیں پیش آئے ہوں گے پھر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ آج سے پچاس سال پیشتر وسائلِ سفر اور رابطے کی وہ سہولتیں بھی میسر نہیں تھیں جو سائنس کی ترقی اور تمدن کے اس عہد جدید نے فراہم کردیئے ہیں۔ لیکن اس راہ کی ساری تکلیفوں کو حضرت مبلغ اعظم نے صرف اس جذبے میں خوشی خوشی جھیل لیا کہ وہ زمین کے کناروں تک دین کے پھیلانے کا عزم لے کر اٹھے تھے۔ اور زمانہ گواہ ہے کہ جس مشن کو وہ لے کر بریلی سے چلے تھے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد ہی انھوں نے آخرت کا نیا سفر شروع کیا۔

اس دلیل کی قوت سے کوئی بھی صاحب عقل و شعور ہرگز انکار نہیں کرسکتا کہ اگر ان کی شخصیت میں علمی اور روحانی کمالات کی غیر معمولی کشش نہیں تھی تو ان کے دست حق پرست پر ستر ہزار غیر مسلم افراد کیوں کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان نو مسلموں میں عیسائی، یہودی، بدھسٹ، ہندو، قادیانی اور قدیم و جدید سبھی طرح کے کفار و ملحدین شامل تھے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ مختلف مذاہب و ادیان اور مختلف عقائد و افکار سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر کسی کا اتنا اثر انداز ہوجانا کہ وہ اپنے آبائی مذہب و اعتقاد سے رشتہ توڑ کر ایک نئے دین سے منسلک ہوجائیں یہ علم و استدلال کی ساحری اور روحانی کمالات کی اثر انگیزی نہیں تو اور کیا ہے۔'' (ماہنامہ کنزالایمان دہلی ۱۹۹۹ء)

حضرت مبلغ اسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اپنی پوری زندگی مذہب و مسلک کی اشاعت و ترویج میں بسر فرمائی اور اپنے مقاصد حسنہ کی تکمیل کے لیے زبان وقلم کا یکساں استعمال فرمایا ہے۔ یہ بھی فضل ربی ہے کہ آپ کے اوقات میں برکت ہی برکت تھی کہ اتنے سارے ملکوں میں مصائب و آلام کا مقابلہ کر کے لوگوں کو اسلام و قرآن سے قریب کرنے کے ساتھ ساتھ کئی ایک قلمی یادگاریں بھی چھوڑیں جو مختلف زبانوں میں ہیں۔ مولانا خورشید احمد سعیدی صاحب نے ۱۵ عربی، اردو اور انگریزی تصانیف کی فہرست لکھی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''تبلیغ اسلام کے اصول اور فلسفہ'' مبلغ اسلام کا تاریخی شاہ کار اور آپ کی علمی اور تبلیغی بے مثال خوبیوں کا بہترین نمونہ ہے۔ جو انگریزی زبان میں ''How to preach Islam'' کے نام سے لکھی گئی تھی اور ماشاء اللہ انگریزی داں طبقہ میں نظر تحسین سے دیکھی گئی ہے۔ کتاب اپنی افادیت کے پیش نظر اس بات کی متقاضی تھی کہ اسے اردو زبان میں ترجمہ کرا کے دنیا بھر میں پہنچائی جائے۔ اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے محقق اہل سنت مولانا خورشید احمد صاحب سعیدی ایم اے تقابل ادیان انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد نے اسے نہایت سلیس اور خوبصورت انداز میں اردو میں ترجمہ کر کے ایک یادگاری کارنامہ انجام دیا ہے۔ موصوف ہماری جماعت کے نوجوان محقق اور مصنف ہیں بحمد ہ تعالیٰ وفور علم کے ساتھ ساتھ فکر و عمل کی نعمت سے بھی مالا مال ہیں۔ ہندو پاک کے کئی رسائل میں آپ کے تعمیری، تحقیقی، فکری اور اصلاحی مضامین کو اہل علم و فن آج بہ شوق و ذوق مطالعہ فرما رہے ہیں۔ ''افکار رضا'' میں آپ کی تحقیقی نگارشات بالخصوص ردّ عیسائیت اور تقابل ادیان پر آپ کی تحقیقی تحریریں پڑھ کر راقم بھی کافی متاثر ہوا ہے۔ مذکورہ کتاب دراصل مصنف نے ان حضرات کے لیے لکھی تھی جو اسلام وسنیت کے پیغام کو غیروں تک پہنچانے کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ چونکہ تبلیغ و دعوت اسلام کا کام اتنا جاں گسل اور مشکل ترین ہے کہ یہاں پر داعی اور مبلغ کو نہ جانے کن کن رکاوٹوں اور مشکلات سے نبرد آزمائی کرنی پڑتی ہے اور اپنی ایک ایک بات غیروں تک پہنچانے کے لیے نہ جانے کتنے کٹھن راستوں سے گذرنا پڑتا ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ہادیٔ دو عالم ﷺ نے کیسی کیسی دشواریوں کا سامنا کیا۔ ہر دور میں مبلغین اور دعاۃ کو ان مصائب سے برسر پیکار رہنا پڑا ہے۔ اس لیے مبلغ اسلام علیہ الرحمۃ نے دور اندیشی اور ژرف نگاہی سے آنے والے ادوار کو دیکھتے ہوئے دعاۃ و مبلغین کی سہولت اور آسانی کے لیے اتنی عمدہ اور تحقیقی کتاب لکھ دی کہ پڑھتے وقت میں خود کافی متاثر ہوا اور اس بات کا اندازہ لگاتا رہا کہ یقیناً یہ کتاب دور حاضر میں بیرونی ممالک دین کی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں کافی رہنمائی کا فریضہ انجام دے گی۔

کتاب کا مطالعہ کرتے وقت میں خود حیران ہوں کہ کس کس رخ سے ان کے جلوؤں کا تماشہ دیکھوں اور کدھر کدھر انگلیوں کا اشارہ کروں کہ علم و حکمت کا نگار خانہ یہاں ہے۔ کیسے یہ منظر دکھاؤں کہ اپنی بے مثال

قربانیوں سے مبلغ اسلام نے ہزاروں کافروں کو اسلامی دنیا میں بسنے اور جینے کے لیے راغب کر دیا اور پھر دوسرے لوگوں کو بھی اسی طرح تبلیغ اسلام کے نت نئے انداز دے گئے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر داعی و مبلغ یقیناً اپنی کامیابی اور کامرانی کی منزلیں دیکھ لے گا۔ کتاب کے مشمولات پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر صفحات کی طوالت کے خوف سے مختصرا درج ذیل سطور پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے جو سبق نمبر ایک، سبق نمبر دو (علی ھذا القیاس) کے عنوان سے مرتب کی گئی ہے۔

(۲) درس نمبر ایک میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسلام کی تبلیغ و دعوت صرف علماء ہی کا کام نہیں بلکہ ہر مسلمان اپنی جگہ مبلغ ہے اسے اپنی معلومات کے مطابق لوگوں کو کلمۂ طیبہ سکھانے اور اسلامی تعلیمات سے آشنا کرانا ضروری ہے۔

(۳) چونکہ کتاب کے غالبًا سارے ابواب میں داعی و مبلغ کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے اس کے ہر پہلو کو سمجھانے کے لیے اپنے مخاطب کے فہم و مزاج سے واقفیت حاصل کرنی ضروری ہے اور علمی و عقلی دلیلوں سے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً درس ۱ میں حضرت مبلغ اسلام رقمطراز ہیں: ''جب ہم جان لیتے ہیں کہ دین اسلام کی تبلیغ ہمارا فریضہ ہے تو اگلا سوال یہ ہے کہ ہم اسلام کی تبلیغ کیسے کریں؟ قرآن مجید میں دی گئی پہلی ہدایت یہ ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ والموعظۃِ الحسنۃِ وجادلھم بالتی ھِی اَحْسَنُ (سورۃ النحل ۱۲۵) ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو''

اس سے معلوم ہوا حکمت بہت بڑی چیز ہے۔ حکمت کیا ہے؟ اس کی وضاحت میں بعد میں کروں گا۔ دوسری لازمی چیز یہ ہے کہ نصیحت خوبصورت اور پرکشش پیرایۂ بیان میں کی جائے۔ پھر ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہم کسی سے مباحثہ کریں تو ہمیں شائستہ اندازِ گفتگو کو اختیار کرنا چاہیے کوئی غصہ یا ناراضگی نہیں دکھانی چاہیے بلکہ ان کے ساتھ خفگی یا دشمنی کا ذرہ بھر بھی احساس دلائے بغیر ہمیں اچھے الفاظ سے دلیل پیش کرنی چاہیے۔'' (ص ۱۴)

(۴) تبلیغ اسلام کے سلسلے میں مبلغ کے لیے اپنے خدا اور معبودِ حقیقی کی ذات میں غیر متزلزل یقین اور بھروسہ رکھنے کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے اور خود اپنی ذات کا محاسبہ کرنے کی بھی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

(۵) سبق نمبر ۲ میں اسلام کی تبلیغ کو بتدریج کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ حضرت نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ وقت بدل گیا ہے بدقسمتی سے علماء، خطباء اور عام مسلمان اسلام کے بنیادی اصولوں اور دوسری غیر ضروری شروط میں فرق نہیں کر سکتے۔ اسلام کو قبول کرنے کے لیے متوقع لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ انھیں اپنے ختنے کروانا ضروری ہے ختنہ ایک سنت ہے۔ اگرچہ یہ بہتر ہے کہ ہر مسلمان مرد اپنا ختنہ کروائے مگر اسے

ان لوگوں کے لیے ناگزیر نہ بنادیا جائے جو اسلام قبول کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ...... اور پھر فرماتے ہیں کہ ”جب میں زنجی بار (Zanzibar) میں تھا مجھے معلوم ہوا کہ تقریباً پانچ ہزار حبشی اسلام قبول کرنا چاہتے تھے مگر انھوں نے اسے قبول نہ کیا کیونکہ انھیں یہ بتایا گیا تھا کہ ختنہ کروانا ان پر واجب ہے۔ بعد میں خبر ملی کہ انہی لوگوں نے عیسائیت قبول کرلیا ہے۔ (ص ۳۰)

یہ اور اس طرح کی درجنوں مثالیں دے کر دعاۃ و مبلغین کو اسلامی پیغام کو خوش اسلوبی، دانائی، فہم و بصیرت اور حسن اخلاق سے آراستہ و پیراستہ ہوکر اپنے مخاطب تک پہنچانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ میں بھی حضرت مترجم محترم سے اتفاق کرتے ہوئے یہ کہنا چاہوں گا کہ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، فلسفہ، منطق سائنس وغیرہ علوم وفنون سے جتنی مثالیں انھوں نے دے کر تبلیغ اسلام کی اہمیت کو علومِ جدیدہ کے متاخرین کے لیے اجاگر کیا ہے میرے محدود مطالعے میں اور کسی معاصر مصنف و مبلغ نے ایسا نہیں کیا۔ میں اس عرض میں ان مثالوں میں سے کچھ اور اس لیے ذکر نہیں کرنا چاہتا کہ وہ اپنے اپنے مقام پر جس سلیقے سے بیان کی گئی ہیں ویسے یہاں نہیں ہوسکیں گی۔

ترجمہ کی خصوصیات کے بارے میں مترجم محترم رقمطراز ہیں: ”ترجمہ کے دوران جن چیزوں کا خیال رکھنا میں نے ضروری سمجھا ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآنی آیات کا متن درج کیا گیا ہے تا کہ دورانِ مطالعہ نہ صرف دلیل سے اطمینان حاصل ہو بلکہ قرآنی الفاظ کو دیکھنے اور پڑھنے سے جو ثواب نصیب ہوتا ہے اس سے بھی قاری محروم نہ رہ جائے۔

دوسری بات قرآنی آیات کے ترجمہ اور فہم کے بارے میں ہے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کنزالایمان نقل کیا گیا ہے۔...... تیسرے نمبر پر احادیث رسول مقبول ﷺ کے متن بھی درج کرنے کی سعی کی تا کہ اس کی برکات سے بھی قاری اپنا حصہ پائے اور بوقت ضرورت انھیں کسی جگہ حوالہ کے لیے بیان کرسکے۔ چوتھے نمبر پر یہ چیز سامنے رہی کہ ان لیکچرز کے مرتب نے جہاں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ کے حوالے نہیں دیئے تھے ان کے حوالے ضرور پیش کیے جائیں۔

الغرض فاضل مترجم کا یہ کارنامہ بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کو بین الاقوامی سطح پر پہنچایا جائے اور دعاۃ و مبلغین اس گراں مایہ گائڈ سے استفادہ کریں اور ان بیان کردہ اصول و ضوابط کو اپنی تبلیغی زندگی میں رہنما بنائیں۔ ادارۂ تحریک فکر رضا نے اس کی اشاعت کر کے مثالی کام انجام دیا ہے۔ مذکورہ ادارہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہےکہ یہاں سے پاکستانی مصنفین و مؤلفین کی تحقیقی اور اصلاحی کتابیں شائع ہوتی ہیں جو بآسانی ہندوستان بھر میں پہنچ جاتی ہیں۔ ربِ قدیر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے و طفیل حضرت مؤلف، مترجم کو اس دینی وملی خدمت کا صلہ عطا فرمائے مؤلف کے درجات کو بلند فرمائے اور مترجم کی علمی قابلیت میں اضافہ فرمائے اور ناشرین کے مقاصد حسنہ میں بھی برکتیں عطا فرمائے آمین۔ OO

رضا اکیڈمی برطانیہ کی دینی و علمی خدمات

غلام مصطفی رضوی نوری مشن، مالیگاؤں

بلاد یورپ بالخصوص برطانیہ میں مسلمانوں کی مسلسل بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر یہ ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی ایسا ادارہ قائم ہو جو اسلامی عقاید و تعلیمات اور اس سے ملحق موضوعات پر صالح لٹریچر کی اشاعت کا فریضہ انجام دے۔ اسی مقصد کے تحت الحاج محمد الیاس کشمیری نے اگست ۱۹۷۹ء میں مبلغ اسلام پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کی سرپرستی میں رضا اکیڈمی اسٹاک پورٹ برطانیہ کا قیام عمل میں لایا۔

رضا اکیڈمی کے قیام کے ساتھ ہی انگریزی زبان میں اسلامیات پر لٹریچر کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ابتدا ہی میں امام احمد رضا کے شہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" کے انگریزی ترجے کی اشاعت عمل میں آئی جس کے مترجم ڈاکٹر محمد حنیف فاطمی (متوفی ۱۹۹۵ء) تھے جو رضا اکیڈمی کے چیئرمین تھے۔ آپ کے بعد پروفیسر غیاث الدین قریشی (متوفی ۱۹۹۷ء) رضا اکیڈمی کے چیئرمین بنے۔ پروفیسر موصوف نے رشدی کی کتاب Satanic Verses کا جواب Prophet for Mankind کے نام سے لکھا جس کے متعدد ایڈیشن رضا اکیڈمی نے شائع کرکے یورپ میں پھیلائے۔ پروفیسر موصوف ادب شناس تھے، شعر و سخن سے گہرا شغف رکھتے تھے، امام احمد رضا کے مشہور سلام بحارگاہِ خیر الانام ﷺ "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کا انگریزی نظم میں ترجمہ کیا اور پھر حدائق بخشش (نعتیہ دیوان امام احمد رضا) کو انگریزی نظم میں ڈھالا جس کی اشاعت رضا اکیڈمی نے کی۔

حاجی محمد الیاس کشمیری نے رضا اکیڈمی کے توسط سے نومسلم افراد کی تربیت کے لیے بھی خاصا لٹریچر شائع کیا ہے۔ وہ تبلیغ کے نئے نئے ذرائع کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام کے پیغام کو پھیلایا جائے اور طریقہ نیا ہو مگر کام وہی ہو جو ہمارے بزرگ گذشتہ صدیوں میں کرتے رہے ہیں۔ بچوں، نوجوانوں کے ساتھ ساتھ برطانیہ میں بڑی عمر کے لوگوں کے لیے تربیتی پروگرام ہوں جہاں وہ اپنے مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات و عقاید بھی ذہن نشین کریں۔

۱۹۸۵ء میں رضا اکیڈمی نے ایک ماہنامہ دی اسلامک ٹائمز (The Islamic Tiimes) جاری کیا جو پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ بقول الحاج محمد الیاس کشمیری اس ماہنامہ کو انگریز بھی پڑھتے ہیں اور کتنے ہی مسلمان بھی ہوگئے ہیں۔

رضا اکیڈمی کے حلقۂ تحریر میں نومسلم دانشور افراد بھی کافی تعداد میں ہیں جن میں چند کے اسما اس

طرح ہیں: کیمبرج یونی ورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون، ڈاکٹر احمد یوسف، امینہ بارکہ (نومسلم)، مریم (نومسلم)، آفیہ صاحبہ (نومسلم) وغیرہ۔

ڈاکٹر محمد ہارون ۱۹۸۸ء میں مسلمان ہوئے اور ۱۹۹۸ء میں وصال فرمایا۔ انھوں نے دس سال کے عرصہ میں اسلامی تعلیمات و عقاید کے حوالے سے بیس سے زاید کتابیں اور سو سے زاید مقالہ جات تحریر فرمائے۔ اپنے قبولِ اسلام سے متعلق الحاج محمد الیاس کشمیری کی فرمائش پر ایک کتاب Why I accept Islam? لکھی جس کی رضا اکیڈمی سے اشاعت ہوئی بعد میں اردو ترجمہ بعنوان ''میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟'' بھی شائع ہوا۔ آپ کے اکثر مقالہ جات ''دی اسلامک ٹائمز'' میں شائع ہوئے۔ ڈاکٹر موصوف ۱۹۸۹ء میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی دینی و علمی خدمات سے متعارف ہوئے اور رضا اکیڈمی میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۹۳ء میں رضا اکیڈمی کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے اور ۱۹۹۶ء میں چیئرمین نیز دی اسلامک ٹائمز کے سرپرست بنائے گئے۔ آپ امام احمد رضا کی تعلیمات کو اُمت کے مسائل کا حل قرار دیتے۔ امام احمد رضا پر درجنوں مقالہ جات اور کتابیں لکھیں، جن میں چند کے اسما یہ ہیں:

(۱) امام احمد رضا کی عالمی اہمیت (۲) امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ (۳) امام احمد رضا کی ۱۹۱۲ء کی پالیسی (۴) امام احمد رضا کا تعلیمی نظریہ

رضا اکیڈمی برطانیہ نے ترجمۂ قرآن (انگریزی) کے علاوہ انگریزی و اردو میں جو کتابیں شائع کی ہیں ان کی تعداد سو سے اوپر بنتی ہیں۔ لٹریچر کی مجموعی تعداد تیس لاکھ سے زاید ہے۔ لٹریچر کی اشاعت میں یہ جذبۂ صادق کارفرما ہوتا ہے کہ یورپ میں نئی نسل کو دین سے کس طرح قریب رکھا جاسکتا ہے اور اس کے لیے تربیتی عناصر کو پیش نظر رکھ کر لٹریچر تیار کیے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے تقریباً پچاس رسائل کے انگریزی تراجم رضا اکیڈمی نے شائع کیے ہیں، ترجمے کا کام ہند و پاک اور یورپ میں سکونت پذیر تقریباً نصف درجن اسکالر انجام دے رہے ہیں۔ اور کتب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے تراجم کا کام روز افزوں وسعت پا رہا ہے۔ امام احمد رضا کی کتابوں کے انگریزی تراجم کی ایک نامکمل فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ کتابوں کے اسما اردو میں درج کیے جاتے ہیں، جن میں بہت سے عرفی ہیں:

(۱) کنز الایمان (ترجمۂ قرآن پاک) (۲) تمہید الایمان (۳) بچوں پر والدین کے حقوق (۴) والدین پر بچوں کے حقوق (۵) شفاعت پر چہل حدیث (۶) ایمان اور اسلام (۷) بیعت و خلافت (۸) الدولۃ المکیہ (۹) مقال عرفاء (۱۰) گستاخِ رسول کی سزا (۱۱) سلام (۱۲) زکوٰۃ کی اہمیت (۱۳) صدقات کی اہمیت (۱۴) راہِ نجات (۱۵) اسلام کا تصور توحید و رسالت (۱۶) تجلی الیقین (۱۷) اسلام اور سائنس (۱۸) حدائق بخشش (۱۹) ندائے یا رسول اللہ (۲۰) میلاد النبی ﷺ (۲۱) چند بنیادی اسلامی عقاید (۲۲)

علم غیب رسول ﷺ (۲۳) قرآن کیسے جمع ہوا (۲۴) کاغذ کے کرنسی نوٹ اور اسلام (۲۵) سفر نامۂ حجاز (۲۶) دوام العیش فی ائمۃ القریش (۲۷) نور محمدی ﷺ (۲۸) حسام الحرمین (۲۹) الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ (۳۰) تدوین قرآن۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کی کتب تراجم کے سلسلے میں ہندوستان کے معروف محقق و مصنف جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کافی متحرک ہیں۔ اکثر تراجم ڈاکٹر موصوف نے ہی فرمائے ہیں۔

(1) A Tribute to Imam Ahmed Raza, By Amina Baraka

(2) The Modern Islamic Education and Imam Ahmed raza, By prof.A.Hameed

(3) The Political, Social and Economic Strategy of Imam Ahmed Raza, By prof. A. Hameed

(4) Sunni Movement in India and Imam Ahmed Raza, By Prof..A. Baksh

(5) Imam Ahmed Raza Life and Work, By Dr.A. Naim Azizi

(6) Imam Ahmed Raza and British Converts to Islam, By Ahmed Andrews

اتحاد، یقین اور علم و عمل کی بنیادوں پر رضا اکیڈمی برطانیہ کا اشاعتی، علمی، تعلیمی، تبلیغی و دعوتی کارواں کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ یورپ کی دانش گاہوں سے وابستہ اہل علم افراد اس کے کارواں میں شامل ہو رہے ہیں۔ رضا اکیڈمی کے قیام کو جاری سال ۲۰۰۵ء میں ۲۵ سال مکمل ہوئے لہٰذا اس مناسبت سے سلور جوبلی کا جشن "امام احمد رضا کانفرنس" کے نام سے مانچسٹر میں مورخہ ۱۴ر اگست ۲۰۰۵ء کو منعقد کیا گیا۔ جس کی صدارت سجادۂ نشین خانقاہ رضویہ حضرت علامہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی مدظلہ العالی بریلی شریف نے فرمائی۔ آپ کے ہمراہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی شریک کانفرنس رہے۔

صالح لٹریچر اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا اہم ذریعہ ہیں۔ لاریب رضا اکیڈمی برطانیہ نے اس جہت سے عمدہ خدمات اور لائق تقلید کارنامے انجام دیے ہیں۔ رضا اکیڈمی کی ۲۵ سالہ اشاعتی و دعوتی کارکردگی پر ہم اکیڈمی کے موجودہ سربراہ الحاج الیاس کشمیری کی خدمات میں ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کرتے ہیں نیز ہمارے سرپرست حضرات مولانا نیاز احمد مالیگ (انگلینڈ)، محمد میاں مالیگ (انگلینڈ)، حافظ محمد ارشد مصباحی (انگلینڈ) حافظ شکیل احمد رضوی (مالیگاؤں) خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ رضا اکیڈمی برطانیہ کے اشاعتی سلسلے کو جاری و ساری رکھے اور محبتِ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کا فروغ ہوتا رہے۔ آمین

⇨▽⇦←⇨▽⇦←⇨▽

خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کا 22 واں سالانہ عرس مبارک اور سالانہ

یومِ خطیب اعظم

جماعت اہل سنت کے بانی خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا 22 واں سالانہ دو روزہ مرکزی عرس مبارک جامع مسجد گلزار حبیب گلستان اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں حسب سابق ماہ رجب کی تیسری جمعرات و جمعہ بمطابق 25 - 26 اگست 2005ء کو مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی) اور گل زار حبیب ٹرسٹ کے زیر اہتمام والہانہ عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ اس موقع پر سالانہ یادگاری مجلہ شائع ہوا۔ عرس مبارک کی دو روزہ تقریبات میں ملک اور بیرون ملک سے علما و مشائخ اور عقیدت مند حضرات و خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ متعدد خانقاہوں، درس گاہوں، سنی تنظیموں اور حلقوں کی طرف سے حضرت خطیب اعظم علیہ الرحمہ کے مرقد اقدس پر چادر پوشی و گل پوشی کی گئی۔ حضرت سیدنا داتا گنج بخش اور حضرت شیر ربانی میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات سے بھیجی گئی خصوصی چادروں کو علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے اپنے بھائیوں ڈاکٹر محمد سجانی اوکاڑوی، صاحب زادہ حامد ربانی اوکاڑوی، علما و مشائخ اور عقیدت مندوں کے ہمراہ اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کے مرقد مبارک پر چڑھا کر عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز کیا۔ چادر پوشی کے وقت نعت شریف، ذکر اسم الٰہی اور صلوٰۃ وسلام کا ورد کیا گیا۔ انور ابراہیم، جاوید ابراہیم، اشفاق ابراہیم اور فیصل قادری نے گلہائے عقیدت پیش کیے۔ علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی ہر سال اعلان کرتے ہیں کہ عرس مبارک کے موقع پر حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار شریف سے خصوصی چادر آتی ہے اور وہی چادر حضرت خطیب اعظم کے مزار شریف پر چڑھائی جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام اہل عقیدت مزار شریف پر زیادہ چادریں چڑھانے کی بجائے حضرت خطیب اعظم کے ایصال ثواب کے لیے مستحق افراد کو پوشاکیں فراہم کریں۔ عرس مبارک میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت بریلوی صاحب زادہ مولانا عسجد رضا بریلوی نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ جنوبی افریقہ سے مفتی اعظم مولانا محمد اکبر ہزاروی، برطانیہ سے الحاج قاری محمد اشرف سیالوی، اوکاڑہ سے صاحب زادہ مولانا محمد فضل الرحمٰن اشرفی، راول پنڈی سے مولانا سید شہاب الدین شاہ، مولانا قاری مظہر عباس، لاہور سے قاری محمد نعیم اچھروی مع رفقا نے خصوصی شرکت کی۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مفتی اعظم افریقہ مولانا محمد اکبر ہزاروی نے کہا کہ حضرت خطیب اعظم کا وجود ملت اسلامیہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت تھا اور انھوں نے مختصر زندگی میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو اہل سنت کے لیے باعث عزت و افتخار ہیں اور وہ بلاشبہ ملتِ اسلامیہ کے محسن اور پیشوا تھے اور انہیں بارگاہ رسالت میں خاص مقبولیت حاصل تھی

جس کی وجہ سے عہد آفریں اور انقلابی شخصیت ثابت ہوئے۔ انھوں نے سمتوں میں حق کا اجالا کیا۔ مسلک حق کے لیے ان کی خدمات نا قابلِ فراموش ہیں۔ آج بھی ہر طرف اُن کے نام اور کام کے چرچے ہیں کیونکہ وہ زندگی بھر جہادِ اکبر کرتے رہے۔ مولانا سید عظمت علی شاہ ہمدانی نے کہا کہ حق اور اہل حق میں حضرت مولانا اوکاڑوی کے لیے عقیدت و احترام مثالی ہے وہ خود سچے عاشق رسول تھے اور لوگوں کو عاشق رسول بناتے رہے۔ مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی نے کہا کہ حضرت مولانا اوکاڑوی کی زندگی دین اور نبی کریم ﷺ کے لیے وقف رہی۔ انھوں نے ایسی ذہن سازی کی کہ انھیں علما و مشائخ اور خواص و عام میں بے مثال عزت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان جیسے عالم و خطیب ملک وقوم اور دین و ملت کا سرمایۂ افتخار ہوتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد اظہری نے کہا کہ حضرت مولانا اوکاڑوی ہمارے لیے بہترین تحفۂ مصطفیٰ تھے اور ممتاز ترین عالم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ شہنشاہِ خطابت تھے ان کی عظمت و استقامت کو اپنے بیگانے سب مانتے ہیں۔ مولانا سید شہاب الدین شاہ نے کہا کہ آج علمائے اہل سنت جس جماعت اہل سنت کے رہنما ہیں۔ حضرت مولانا اوکاڑوی اس کے بانی اور امیر اوّل تھے اور دنیا بھر میں سینکڑوں درس گاہوں اور اداروں کے وہ سرپرست تھے وہ اسلام کی حقانیت کے مبلغ اعظم اور اہل سنت کے عظیم محسن تھے اور اہل ایمان کو ان پر ہمیشہ فخر رہے گا۔ عرس مبارک کے اجتماعات سے مولانا صاحب زادہ فضل الرحمٰن اشرفی اوکاڑوی، مولانا ابرار احمد رحمانی، مفتی محمد اسلم نعیمی و دیگر نے خطاب کیا۔ آخری خصوصی خطاب علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے کیا۔ اجتماع میں قراردادیں بھی پیش کی گئیں۔ اجتماع میں ایصال ثواب کرتے ہوئے نو ہزار چھ سو پینسٹھ (9665) مرتبہ ختماتِ قرآنِ کریم اور نو کروڑ پچاس لاکھ اکتیس ہزار چھ سو تینتیس (9,50,31,633) مرتبہ درود شریف، نولاکھ تیس ہزار پانچ سو (9,30,500) مرتبہ کلمہ طیبہ اور بغیر شمار کے مختلف متعدد اوراد کے ورد کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ درود شریف کے ہدیے میں مجلس خواتین گلزار حبیب کا حصہ نمایاں تھا۔ عرس مبارک کے اجتماع میں شرکا کو ملٹی میڈیا اسکرین کے ذریعے تین سو ستر مقدس مقامات و مزارات اور تبرکات اور خطاطی کی زیارت کروائی گئی۔ اختتامی دعا علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے کی۔ جمعہ 26 اگست 2005 کو دنیا بھر کے 39 ممالک میں عقیدت و احترام سے مساجد و مراکز اہل سنت میں یوم خطیب اعظم منایا گیا اور اجتماعی طور پر ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی۔

روزنامہ جنگ کراچی اور روزنامہ نوائے وقت کراچی نے یوم خطیب اعظم کے موقع پر خصوصی مضامین شائع کیے۔ حضرت خطیب اعظم کا 23 واں سالانہ عرس مبارک ماہ رجب کی تیسری جمعرات کو جمعہ 17-18 اگست 2006 کو منایا جائے گا۔

(رپورٹ: حمید اللّٰہ قادری/ اشرف علی قادری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رپورٹ امام اعظم کانفرنس، ھالینڈ

رپورٹر: ام الحسنین ثمامہ اعظمی

امسٹرڈم، ہالینڈ ار اکتوبر نیدر لینڈ اسلامک سوسائٹی NIS نوری مسجد ہال۔ اور دی ہیگ ہالینڈ ۲ر اکتوبر ۲۰۰۵ء القادری اسلامک سنٹر ہال میں امام اعظم کانفرنس ہوئی جس میں ملک و بیرون ملک کے مندوبین نے مندرجہ ذیل تجاویز باتفاق رائے منظور کیں۔

تجویز نمبر ۱ : دنیا کے پر امن حصوں میں بے قصور انسانوں پر حملے کر کے انہیں ہلاک کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ کانفرنس ایسی تمام کارروائیوں کی تردید کرتی ہے۔

تجویز نمبر ۲ : اسلام امن و سلامتی کا دین ہے، جو مسلمانوں کو دوسرے ادیان کا بھی لحاظ سکھاتا ہے۔ یہ کانفرنس دیگر اہل کتاب سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ جس طرح مسلمان حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم اور تمام انبیا و مرسلین (علیہم وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والتسلیم) اور تورات و انجیل (بائبل) نیز جملہ کتب سماوی کا ادب کرتے ہیں۔ آپ بھی حضور محمد رسول اللہ خاتم النبیین (ﷺ) اور قرآن مجید کے سلسلہ میں بے ادبی نہ کریں۔ جن سے مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ نہ ہی ایسی کسی فلم، کتاب یا تحریک کو جمہوری سمجھ کر تائید و حمایت کریں۔

تجویز نمبر ۳ : امام اعظم کانفرنس "الفرقان الحق THE TRUE FURQAN" جسے پروجیکٹ اومیگا ۲۰۰۱ کے تحت "اکیسویں صدی کا قرآن۔ الفرقان الحق" کے نام سے چھاپ کر شائع کیا گیا ہے، کے خلاف کھلم کھلا احتجاج کرتی ہے۔ اور اسے مسلمانوں کے جذبات بھڑکانے کی سازش شمار کرتی ہے اور دنیا کے امن دوست عالمی اداروں۔ اور بین المذاہب خیر سگالی پھیلانے والی تنظیموں سے مطالبہ کرتی ہے کہ امن پسندی کے اس مطالبہ پر سنجیدگی سے غور کرے، اور اس پر پابندی لگائے۔

تجویز نمبر ٤ : امام اعظم کانفرنس سعودی گورنمنٹ کے خلاف شدید احتجاج کرتی ہے۔ کہ وہ حضور خاتم مرسل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت گاہ (واقع مکہ مکرمہ) کو مٹا کر اس جگہ پارکنگ، ہوٹل یا بزنس کمپلکس بنانے کے پروگرام سے باز آئے۔ کیونکہ جس طرح ہمارے رسول سارے انسانوں اور جملہ مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ ان کا مولد پاک سب سے زیادہ قابل حفاظت اور عظیم یادگار ہے، جسے باقی رکھنا، اسلام کی تاریخ کو باقی رکھنا ہے۔

کانفرنس کی صدارت و نقابت کے فرائض مولانا بدر القادری بانی اسلامک اکیڈمی نے ادا کیے۔ اور دنیا بھر سے کئی علما کرام نے شرکت فرما کر خطاب و مقالوں سے نوازا۔

تحریک فکر رضا

ہمارے مقاصد:

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماءِ اہلِ سنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکر رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مدد گار ہوگا۔

AFKAR-E-RAZA (URDU QUARTERLY)
95, Undria Street, Chowki Mohalla, Mumbai 400 008. E-mail : editor@fikreraza.net

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

If Undelivered Please Return to : M. ISHAQ 15/A, Mohammadi Road, 2/6, Mumbai-400003.

پیشکش :۔ محمد احمد ترازی

RAZA GRAPHICS : 5600 8260